مزارات کی تعمیر اور مراسم اہلِ سنّت کے بارے میں
مصر، شام، ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے علماء کا متفقہ فتویٰ

الجواب المشکور

مولانا عبد الحامد قادری بدایونی

مقدمہ
فضیلۃ الشیخ الاستاذ محمود حسن ربیع
(استاذ جامعہ ازہر مصر)

ترجمہ و ترتیب
مولانا دلشاد احمد قادری

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کے تحفظ وبقا کے حق میں
مصر، شام، بنگلہ دیش اور ہند و پاک کے ۲۶۹ رمفتیان کرام ومشائخ عظام کا متفقہ

جامع فتویٰ

الجواب المشکور
علی
اسئلة القبور

مولانا شاہ محمد عبد الحامد قادری بدایونی

ترتیب وترجمہ
مولانا دلشاد احمد قادری

انتساب

مصنف کتاب کے مرشد طریقت

زبدۃ العارفین مولانا شاہ مطیع الرسول **محمد عبدالمقتدر قادری** بدایونی قدس سرہ

کے نام

مولانا عبدالحامد بدایونی کا

علم و فضل، ان کی دینی و ملی خدمات اور ان کی بین الاقوامی شہرت و مقبولیت

یہ سب کا سب

عطیہ تھے خدائے مقتدر کا

نتیجہ تھے دعائے مقتدر کا

عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ، بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم عمل ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۱۰۰؍ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

چند برس قبل تاج الفحول اکیڈمی نے اکابر خانوادۂ قادریہ کی قدیم و نایاب تصانیف کی اشاعت جدید کا ایک جامع منصوبہ ترتیب دیا تھا، بفضلہٖ تعالیٰ یہ منصوبہ روبہ عمل ہے۔ اس منصوبے کے تحت دیگر اکابر کے علاوہ نبیرۂ سیف اللہ المسلول حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کی تین تصانیف ’دعوت عمل‘، ’عقائد اہل سنت‘ (تصحیح العقائد) اور ’فلسفہ عبادات اسلامی‘ شائع کی جا چکی ہیں۔ ’دعوت عمل‘ اردو کے علاوہ انگلش، ہندی، گجراتی اور مراٹھی میں بھی شائع کی گئی ہے۔ جب کہ ’عقائد اہل سنت‘ اردو اور ہندی میں منظر عام پر آ چکی ہے اور اب اس کے گجراتی ایڈیشن کی تیاری ہو رہی ہے۔

اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اب مولانا عبدالحامد بدایونی کی ایک اور اہم کتاب ’الجواب المشکور‘ اہل ذوق کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آپ کی ایک وقیع فکری اور اصلاحی تصنیف ’نظام عمل‘ کی اشاعت اکیڈمی کے منصوبے میں شامل ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی یہ دینی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عبدالقیوم قادری
جنرل سیکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

فہرست مشمولات

☆☆☆

ابتدائیہ

از: مولانا اسید الحق قادری

خانوادۂ قادریہ عثمانیہ بدایوں شریف ہر دور میں ایسے افراد قوم وملت کو دیتا رہا ہے جنہوں نے عظیم الشان پیمانے پر دین وملت کی خدمات انجام دی ہیں، یوں تو اس خانوادے کی علمی، دینی اور روحانی خدمات کا دائرہ آٹھ صدیوں پر محیط ہے مگر گذشتہ دو صدیوں میں اس خانوادے میں جن نفوس قدسیہ نے جنم لیا ہے ان میں سے بعض شخصیات ایسی ہیں کہ ان کے ذکر کے بغیر برصغیر کی علمی، دینی، قومی اور ملی تاریخ مکمل نہیں کہی جاسکتی۔ ان حضرات نے علمی، عملی اور تحریری وتقریری ہر سطح پر اپنی خدمات کے نقوش چھوڑے ہیں، یہ نقوش آج بھی درخشندہ وتابندہ اور گم گشتگان راہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔ زیر نظر کتاب کے مصنف نبیرۂ سیف اللہ المسلول حضرت مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی کا شمار بھی ان ہی قدآور اور تاریخ ساز شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ خانوادۂ عثمانیہ قادریہ کے ایسے چشم و چراغ ہیں کہ جن کی قومی وملی اور دعوتی وتبلیغی خدمات کا دائرہ ہندو پاک سے نکل کر عرب وایران اور روس وچین تک پھیلا ہوا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ خانقاہ قادریہ اور مدرسہ قادریہ بدایوں نے اپنے اکابر واسلاف کی علمی وروحانی روایات کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا ہے بلکہ ان کو روشناس خلق کرانے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اسلاف شناسی کی اس تحریک کے سلسلے میں خانقاہ کے ذیلی ادارے تاج الفحول اکیڈمی نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی تحریک اسلاف شناسی کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب مدرسہ قادریہ کے ایک فرزند کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور آج نصف صدی بعد مدرسہ قادریہ ہی کے ایک فرزند کے ترجمہ اور ترتیب جدید کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

اس کتاب سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ مدرسہ قادریہ کے فضلا اور خانوادۂ قادریہ کے افراد نے اپنی فتح ونصرت کے جھنڈے کیسی کیسی بلند چوٹیوں پر نصب فرمائے ہیں۔

مختصر تعارف مصنف

حضرت مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی (ابن عبدالقیوم قادری، ابن حکیم مرید جیلانی ابن مولانا محی الدین عثمانی ابن سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول قادری بدایونی) خانوادۂ قادریہ عثمانیہ کے چشم و چراغ، سرزمین بدایوں کے نامور فرزند، جید عالم، شعلہ بیان خطیب، ملی قائد، شیخ طریقت، مصنف اور صاحب طرز شاعر تھے۔

ولادت، تعلیم وتربیت، بیعت واجازت:

آپ کی ولادت سنہ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ تعلیمی مراحل مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں، مدرسہ شمس العلوم بدایوں اور مدرسہ الٰہیات کانپور میں طے کیے، اساتذہ میں استاذ العلما مولانا محبّ احمد قادری بدایونی، مولانا حافظ بخش قادری آنولوی، مولانا مفتی ابراہیم قادری بدایونی، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا عبدالسلام فلسفی اور حضرت عاشق الرسول مولانا مفتی عبدالقدیر قادری بدایونی کے نام قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولانا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری قدس سرہ سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

قومی وملی خدمات:

آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز مدرسہ شمس العلوم کے نائب مہتمم کی حیثیت سے کیا، پھر اپنے بڑے بھائی مجاہد آزادی مولانا عبدالماجد قادری بدایونی کے ساتھ ملی اور قومی تحریکات سے وابستہ ہو گئے، تحریک خلافت وترک موالات کے سرگرم اراکین میں شامل رہے، بعد میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے اور قیام پاکستان کی جد و جہد میں نمایاں کردار ادا کیا، آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شریک ہوئے اور ناظم نشر واشاعت کی حیثیت سے اس تحریک کو مضبوط کیا۔ تقسیم کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے، وہاں مہاجرین کی بازآبادکاری کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی، ۱۹۴۸ء میں مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی قیادت میں پاکستان کے لیے اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کیا اور اس کے نفاذ کا مطالبہ لے کر بانیٔ پاکستان محمد علی جناح صاحب سے ملاقات کی، قوم پاکستان کی دینی رہنمائی کے لیے جمعیۃ علمائے پاکستان کا قیام عمل میں آیا، آپ ابتدا سے جمعیۃ کے سرگرم رکن

رہے، بعد میں جمعیۃ علمائے پاکستان کے صدر منتخب کیے گئے اور اپنی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے، سعودی عرب، مصر، ایران، عراق، لبنان، شام، بیت المقدس، روس، چین، برطانیہ، امریکہ اور سوئٹزرلینڈ سمیت دنیا کے بے شمار ملکوں کا دورہ کیا اور تبلیغ اسلام کا عظیم فریضہ انجام دیا۔

قلمی خدمات:

میدان سیاست اور میدان خطابت کے ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کے نقوش چھوڑے، جو مختلف دینی اور سیاسی موضوعات پر آج بھی قوم وملت کے لیے مشعل راہ ہیں، چنانچہ آپ نے مختلف موضوعات پر ۲۰ سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، جن میں بعض تصانیف کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) دعوت عمل (۲) نظام عمل (۳) فلسفہ عبادات اسلامی (۴) کتاب وسنت غیروں کی نظر میں (۵) مرقع کانگرس (۶) مشیر الحجاج (۷) تصحیح العقائد (۸) اسلام کا زراعتی نظام (۹) اسلام کا معاشی نظام (۸) مشرقی کا ماضی و حال (۹) انتخابات کے ضروری پہلو (۱۰) الجواب المشکور (۱۱) اسلامک پریئرز (انگریزی) (۱۲) حرمتِ سود (۱۳) تاثراتِ روس (۱۴) تاثراتِ چین (۱۵) ممالک عربیہ اور ایران کا سفرنامہ (۱۶) سفرنامہ بلاد یورپ وعالم اسلامی (۱۷) بالشوزم اور اسلام وغیرہ

علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت کے لیے ایک عظیم منصوبے کے تحت کراچی میں ''جامعہ تعلیمات اسلامیہ'' قائم فرمایا۔

وفات:

۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں وفات پائی، آپ کی نماز جنازہ شیخ المشائخ سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحبِ سجادہ سرکارکلاں کچھوچھہ شریف نے پڑھائی، اور اپنے قائم کردہ ادارے جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں سپرد خاک کیے گئے۔ قیام پاکستان کے لیے آپ کی جدوجہد کے اعتراف میں ۱۹۹۹ء میں حکومت پاکستان نے آپ کے نام کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا ہے۔

☆☆☆

مولانا عبدالحامد بدایونی اور تحریک تحفظ گنبد خضرا

سعودی حکومت کی جانب سے بقیع شریف اور جنت المعلیٰ کے مزارات کے انہدام اور دیگر آثار و مشاہد کو ڈھانے اور مٹانے کی مہم تو حجاز پر سعودی قبضے کے فوراً بعد ۲۶-۱۹۲۵ء ہی میں شروع ہوگئی تھی۔ اس پر زبردست عالمگیر احتجاج بھی ہوا تھا۔ اس سلسلے میں امام وقت مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مجاہد آزادی مولانا عبدالماجد بدایونی اور حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی کی جدو جہد اور خدمات نمایاں ہیں۔ اس سلسلے میں علمائے مدرسہ قادریہ بدایوں نے رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے، جن میں مفتی ابراہیم قادری بدایونی کا رسالہ ''البناء المتین فی احکام قبور المسلمین'' اور مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی کا رسالہ ''شارحة الصدور فی احکام القبور'' قابل ذکر ہیں☆ ان کے علاوہ مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی نے دو اور رسالے ''حرمین شریفین اور والی نجد'' اور ''حالات وعقائد وہابیہ نجدیہ'' تصنیف فرمائے تھے۔ حضرت مولانا عبدالماجد بدایونی نے اس سلسلے میں خلافت کمیٹی کے وفد کے ساتھ حجاز و مصر کا دورہ بھی کیا تھا۔

ملک کی تقسیم کے بعد پاکستان میں جمعیۃ علمائے پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو اس میں مولانا عبدالحامد بدایونی ایک اہم اور فعال رکن کی حیثیت سے شریک تھے۔ جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے بھی مولانا عبدالحامد بدایونی نے حجاز مقدس کے آثار و مشاہد کے تحفظ وصیانت کی تحریک کو جاری رکھا۔

۱۹۵۲ء میں بعض اخبارات سے معلوم ہوا کہ سعودی حکومت پوری مسجد نبوی کو شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ تیار کر رہی ہے۔ اس تجدید و توسیع کی زد میں گنبد خضرا بھی آجائے گا، پھر معلوم نہیں کہ دوبارہ سعودی حکومت کس انداز میں روضہ رسول کی تعمیر کرے، اس کے علاوہ مسجد نبوی اور روضہ رسول ﷺ کے سلسلے میں اور بھی کئی قسم کے شکوک وشبہات تھے، جنہوں نے ہندو پاک کے خوش عقیدہ مسلمانوں کو بے چین کر دیا۔

۱۹۵۲ء کا وفد حجاز:

ان حالات میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے جمعیۃ علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم

☆ اول الذکر رسالہ بدایوں سے ۱۳۴۴ھ میں شایع ہوا تھا، تاج الفحول اکیڈمی نے ۲۰۰۸ء/ ۱۴۲۹ھ میں مولانا دلشاد احمد قادری کی تحقیق وتخریج کے ساتھ دوبارہ شایع کیا ہے۔ جب کہ دوسرا رسالہ نعیمی پریس مرادآباد سے ۱۳۴۵ھ میں شایع ہوا تھا، تاج الفحول اکیڈمی کے زیر اہتمام ۲۰۰۹ء/ ۱۴۳۰ھ میں مولانا مجاہد رضا قادری کی تحقیق وتخریج کے ساتھ دوبارہ شایع ہو چکا ہے۔

سے تحفظ گنبد خضرا اور صیانت آثار مبارکہ کی ایک عالمگیر مہم کا آغاز کیا، جس کے تحت پاکستان میں مختلف اجلاس کیے گئے، پھر حج (۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء) کے موقع پر مولانا عبدالحامد بدایونی کی زیر قیادت جمعیۃ علمائے پاکستان کا ایک نمائندہ وفد حجاز روانہ ہوا، وہاں وفد نے متعلقہ اہم افراد کے علاوہ اس زمانے کے ولی عہد مملکت (بعد میں سعودی بادشاہ) امیر سعود بن عبدالعزیز سے ملاقات کی اور اپنے مطالبات پیش کیے۔

جمعیۃ علمائے پاکستان نے اس سلسلے میں جو جدو جہد کی اس کی مکمل رپورٹ ''مسجد نبوی اور آثار مبارکہ کے بقا و تحفظ کا مطالبہ'' کے نام سے مولانا محمد محسن فقیہ شافعی (ناظم اعلیٰ جمعیۃ علمائے پاکستان) نے مرتب کی تھی، جو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی (ناظم دفتر جمعیۃ علمائے پاکستان) کے زیر اہتمام کراچی سے ۱۹۵۲ء/۱۳۷۲ھ میں شایع ہوئی تھی۔ یہی رپورٹ عربی اور فارسی میں بھی شایع کی گئی تھی، عربی رپورٹ ۳۸ر صفحات پر اور فارسی رپورٹ ۳۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں رپورٹیں بھی صفر ۱۳۷۲ھ میں شایع ہوئی ہیں۔

یہاں ہم اردو رپورٹ کی مدد سے اس تحریک کا مطالعہ کریں گے تاکہ مولانا عبدالحامد بدایونی کی جدو جہد اور اس کے عالمگیر اثرات روشنی میں آسکیں۔

اس رپورٹ کے آغاز میں گنبد خضرا کی اہمیت و عظمت پر چند عنوانات کے تحت روشنی ڈالی گئی ہے، مثلاً قبہ خضرا اور مزار اقدس کی عظمت و اہمیت، مسجد نبوی اور اس کا ادب، قبہ خضرا کی زیارت کا درجہ، مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر، سلطنت ترکیہ کی بے مثال خدمت، حکومت مصر کے اقدامات وغیرہ۔ ان عنوانات پر گفتگو کرنے کے بعد مرتب اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے لکھتے ہیں:

> پاکستان میں جیسے ہی گذشتہ رمضان المبارک میں مصری اخبارات اور مراسلات سے یہ خبریں آئیں کہ نقشوں کے مطابق نیا حرم نئی مسجد بننے والی ہے اور گنبد خضرائے مقدسہ خطرے میں ہے جمعیۃ علمائے پاکستان کے حلقوں اور عام و خاص مسلمانوں میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی، جمعیۃ علمائے پاکستان نے اپنی متعدد مجالس عاملہ میں مذاکرات کیے، ابتداً تحقیقات کے ممکن ذرائع استعمال کیے گئے، آخر میں طے پایا کہ حج کے زمانے میں جمعیۃ علمائے پاکستان کا ایک وفد حسب ذیل اشخاص پر مشتمل روانہ کیا جائے جو حجاز مقدسہ حاضر ہو کر بعد

ادائے حج مدینہ منورہ حاضر ہوکر حالات کا مشاہدہ کرے اور عمال حکومت سے مل کر مسلمانان پاکستان کے جذبات دینی اور اضطراب سے آگاہ کرے:

(۱) مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی (قائد وفد)

(۲) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی صاحب داد صاحب سندھ

(۳) حضرت مولانا مخدوم محمد شفیع صاحب سجادہ نشین علاقہ ریاست خیر پور

(۴) حضرت مولانا سید عبدالسلام صاحب باندوی

(۵) حضرت مولانا فدا حسین صاحب پنجاب

(۶) حاجی سیٹھ ولی محمد صاحب

(۷) سید علی اصغر صاحب لاہور (مسجد نبوی اور آثار مبارکہ کے بقا و تحفظ کا مطالبہ: ص۹-۱۰)

وفد نے سفر کی تیاریاں شروع کردیں، اس سلسلے میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے عربی زبان میں ایک کتابچہ تیار کیا جس میں گنبد خضرا کی تاریخی اور مذہبی اہمیت کو اجاگر کیا گیا تھا اور سعودی حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے اس کے تحفظ و صیانت کا مطالبہ کیا گیا تھا، مرتب لکھتے ہیں:

> حضرت قائد وفد (مولانا عبدالحامد بدایونی) نے مسجد نبوی کے سلسلے میں ایک عربی یادداشت قلم بند کی، جسے کئی ہزار کی تعداد میں طبع کرایا گیا تا کہ اسے سفر حج میں تقسیم کیا جائے۔ (ص:۱۰)

مولانا عبدالحامد بدایونی کی زیر قیادت یہ وفد ۲۲ راگست ۱۹۵۲ء/ ۱ر ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ کو کراچی سے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ پہنچا، مکہ مکرمہ میں پہنچ کر وفد نے اپنا کام شروع کیا، مولانا فقیہ لکھتے ہیں:

> مکہ معظّمہ پہنچتے ہی ارکان وفد نے طواف وغیرہ سے فراغت پائی، دوسرے دن مدینہ منورہ سے آئے ہوئے حجاج سے ملاقاتیں کر کے مسجد نبوی کے حالات معلوم کیے، قائد وفد (مولانا عبدالحامد بدایونی) نے مکہ معظّمہ اور منیٰ کے قیام میں ایران، مصر، ترکی، عراق، لبنان، شام، ہندوستان کے مشاہیر اور عالی مرتبت مسٹر مسعود قائم مقام سفیر پاکستان سے ملاقاتیں کیں، تحریک مسجد نبوی کے سلسلے میں تبادلۂ خیالات کیا، ان سب نے جمعیۃ علمائے پاکستان کے وفد کو

اس کے اقدام پر مبارک باد دی۔(ص:۱۱)

شیخ محمد سرور الصبان نائب وزیر مالیات سے ملاقات:

وفد نے سعودی حکومت میں حج وزیارت کے معاملات کے مدیر اور مالیات کے نائب وزیر شیخ محمد سرور الصبان سے ملاقات کی، ملاقات کے تفصیل لکھتے ہوئے مولانا فقیہ رقم طراز ہیں:

اراکین وفد نے مکہ معظّمہ میں ۱۵ ر ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۶ ر ستمبر ۱۹۵۲ء حضرت شیخ محمد سرور الصبان صاحب نائب وزیر مالیات و مدیر شؤون الحج سے ملاقات کی، ممدوح حسب عادت قدیم اخلاص ومحبت سے پیش آئے۔قائد وفد نے اغراض و مقاصد وفد بیان کیے، مطبوعہ یادداشت کے سلسلے میں دیر تک تبادلہ خیال کیا، ممدوح نے اپنی ہمدردی اور اعانت کا وعدہ فرمایا۔(ص:۱۱)

مفتی اعظم مصر اور شیخ رمضان بوطی سے ملاقات:

اس وقت مصر میں سرکاری طور پر علامہ شیخ حسنین مخلوف مفتی مصر کے عہدے پر فائز تھے، مفتی موصوف اُس حج میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ان کے علاوہ دمشق (شام) کے معروف عالم دین حضرت شیخ سعید رمضان بوطی بھی تشریف لائے ہوئے تھے، وفد نے ان دونوں حضرات سے ملاقات کی، مرتب لکھتے ہیں:

قائد وفد (مولانا عبدالحامد بدایونی) نے مصری ہوٹل میں حضرت علامہ حسنین مخلوف مفتی دیار مصر اور شامی و مصری علما وزعما استاذ سعید رمضان صاحب سے تفصیلی تبادلہ خیالات کیا، حضرت مفتی دیار مصر سے قائد وفد نے اراکین وفد کی ملاقات کا وعدہ لے کر دوسرے روز ہوٹل میں ملاقات کا نظم کیا، مفتی صاحب مدظلہ' کو اگرچہ اس دن ریڈیو سے تقریر فرمانی تھی مگر باوجود اس کے آپ نے اراکین وفد سے ملاقات فرمائی اور ارشاد کیا کہ مَیں خود مولانا بدایونی کی قیام گاہ پر آؤں گا۔حضرت مفتی صاحب حسب وعدہ تشریف لائے، دیر تک مسجد نبوی اور قادیانیت کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔(ص:۱۱-۱۲)

شیخ صالح قزاز انچارج محکمہ تعمیرات سے میٹنگ:

۱۰ ر ستمبر کو وفد مدینہ منورہ پہنچا، وہاں اراکین وفد نے مسجد نبوی کی تعمیرات کا جائزہ لیا اور انہدام کی

ان اطلاعات کو درست پایا جوان کو پاکستان میں مل رہی تھیں، شیخ صالح قزاز اس وقت محکمہ تعمیرات کے دفتر کے انچارج تھے، وفد نے ان سے ملاقات کر کے حالات پر تبادلہ خیال کیا:

> قائد وفد اور اراکین نے تمام حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد حضرت شیخ صالح قزاز انچارج دفتر محکمہ تعمیر مسجد نبوی کو لکھا کہ جمعیۃ علمائے پاکستان کا وفد جو مسجد نبوی کے مشاہدے کے لیے پاکستان سے آیا ہے آپ سے ملنا چاہتا ہے، ممدوح قائد وفد سے بخوبی واقف تھے مطلع ہوتے ہی وقت دیا، اراکین وفد ان کے دفتر میں گئے، تقریباً ۲ ر گھنٹے تک وفد کی یادداشت پر گفتگو رہی۔ قائد وفد نے کہا کہ جمعیۃ علمائے پاکستان کا وفد مسلمانان پاکستان کے حسیات مذہبی سے آگاہ کرنے حاضر ہوا ہے، اراکین وفد نہ تو حکومت سعودیہ عربیہ کے انتظامی امور میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں نہ وہ توسیع کے مخالف ہیں۔ (ص:۱۵)

مولانا عبدالحامد بدایونی نے شیخ صالح قزاز سے ملاقات کے دوران مندرجہ ذیل مطالبات پیش کیے:

(۱) مسجد نبوی کی مستحکم عمارت کو نہ توڑا جائے۔

(۲) جو حصہ عمارت قابل مرمت ہے اس کی درستی کر دی جائے۔

(۳) دیواریں علیٰ حالہا قائم رکھی جائیں۔

(۴) قبلہ رو دیوار کو جس طرف گنبد خضرائے مقدسہ اور آثار شریفہ واقع ہیں ہرگز نہ توڑا جائے اور نہ ان آثار میں کوئی تغیر و تبدل کیا جائے بلکہ انہیں اپنی جگہ قائم حالت پر رکھا جائے۔

(۵) کسی جدید دیوار کی بلندی اسّی فٹ ہرگز نہ کی جائے کیوں کہ اگر ایسا ہوا تو قبہ خضرا چھپ جائے گا۔

(۶) جن نئے نقشوں کے مطابق تعمیر ہوگی وہ ہمیں دیے جائیں۔

(۷) قبہ خضرائے مقدسہ، ریاض الجنۃ، محراب النبی ﷺ، منبر شریف، استوانات باقی و محفوظ رکھنے کی ہمیں تحریر دی جائے۔

شیخ صالح قزاز نے پوری گفتگو بغور سماعت کی، مصری انجینئر جو اس پروجکٹ پر کام کر رہے تھے ان کو بلا کر ارکان وفد سے ان کی ملاقات کروائی، مجوزہ نقشے وغیرہ دکھائے، مولانا بدایونی نے مطالبہ

کیا کہ نقشوں کی کاپی انہیں دی جائے، اس پر شیخ قزاز نے کہا کہ:

جب تک حکومت کی منظوری نہ ہو نقشے نہیں دیے جا سکتے۔ (ص:١٦)

مولانا بدایونی نے واپس آتے ہی نقشوں کے حصول کی جد و جہد شروع کی، بالآخر اس میں کامیابی ملی، رپورٹ میں لکھتے ہیں:

قائد وفد (مولانا عبدالحامد بدایونی) نے قیام گاہ واپس آتے ہی معالی الوزیر شیخ عبداللہ بن سلیمان و حضرت شیخ محمد سرور الصبان کی خدمت میں نقشے دیے جانے کی اجازت طلب کی۔ تیسرے دن اجازت آ گئی۔ (ص:١٦)

ترکی کا وفد:

پاکستانی وفد کے علاوہ ترکی سے بھی ایک وفد حجاز پہنچا ہوا تھا، وہ بھی مسجد نبوی اور گنبد خضرا کے انہدام کے منصوبوں کی وجہ سے تشویش کا شکار تھا، اس وفد نے پاکستانی وفد کی موجودگی میں شیخ صالح قزاز سے ملاقات کی، لکھتے ہیں:

ترکی کا ایک وفد ہماری موجودگی میں جناب شیخ صالح قزاز صاحب اور مصری انجینئر سے ملا جس کے ارکان نے مسجد نبوی کی مستحکم و مضبوط عمارت توڑنے کے وجوہات و اسباب معلوم کیے اور اس قدر رویا کہ دوسرے افراد بھی رونے لگے۔ (ص:١٦)

شیخ صالح قزاز سے مفتی مصر کا مذاکرہ:

مفتی دیار مصریہ شیخ حسنین مخلوف نے بھی شیخ قزاز سے ملاقات کر کے اپنی تشویش کا اظہار کیا:

حضرت علامہ شیخ حسنین مخلوف مفتی دیار مصر بھی بعض مشاہیر مصر و انجینئروں کے ہم راہ شیخ صالح گزاز سے ہماری موجودگی میں ملے، آپ نے فرمایا کہ ''مسجد نبوی کی مضبوط و مستحکم عمارت کو توڑنا بعید از عقل ہے اور بے جا اسراف ہے، جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی وہ کر دی جاتی''۔ (ص:١٦)

شیخ قزاز کا مکتوب:

ارکان وفد نے شیخ قزاز سے دوبارہ ملاقات کی، نقشے حاصل کرنے کی اجازت مل چکی تھی، چنانچہ شیخ قزاز نے مجوزہ عمارت کا نقشہ اور اس کے بارے میں ایک وضاحتی تحریر قائد وفد کے حوالے کی،

رپورٹ میں لکھتے ہیں:

وفد کی روانگی کے وقت دفتر محکمہ تعمیرات مسجد نبوی کی جانب سے ہمیں ایک نقشہ اور ایک مراسلہ دیا گیا۔ گنبد خضرائے مقدسہ وآثار شریفہ کے محفوظ رکھنے اور تبرکات میں کسی قسم کا تغیر نہ کرنے کے بارے میں جناب شیخ قزاز صاحب نے ہمیں ذیل کا مراسلہ عنایت کیا۔(ص:۱۷)

محکمہ تعمیرات کے اس مراسلے میں تعمیر وتوسیع کے منصوبے کو وضاحت سے بیان کیا گیا تھا، مراسلے کی یہ سطور خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

قد اصدرت الحکومة بیاناً رسمیاً نشرت الصحف المحلیة واذاعته محطة الاذاعة العربیة السعودیة نفت فیه نفیاً باتاً ما نشرته صحیفة "اقدام" عن هدم القبة الخضراء الشریفة واکد فیه ان القبة الخضراء الشریفة باقیة علی حالها لا تمس بحال من الاحوال۔(ص:۱۷)

ترجمہ: حکومت نے ایک آفیشیل بیان جاری کیا ہے، جس کو مقامی اخبارات نے شایع کیا اور سعودی ریڈیو اسٹیشن نے نشر کیا ہے، اس بیان میں اس خبر کی تردید کی گئی ہے جو''اقدام'' نامی اخبار میں گنبد خضرا کے انہدام کے بارے میں شایع ہوئی ہے۔ حکومت کے بیان میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ گنبد خضرا اپنی حالت پر باقی رہے گا اور اس کو کسی بھی حال میں نہ چھیڑا جائے گا۔

اراکین وفد کی وزیر مالیات سے ملاقات:

شیخ قزاز کے یہاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد وفد نے سعودی وزیر مالیات سے ملاقات کی، اس ملاقات میں شیخ سرور الصبان بھی وفد کے ہمراہ تھے۔ وزیر موصوف نے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں وفد کی ایک ملاقات ولی عہد مملکت شہزادہ سعود بن عبدالعزیز سے بھی ضروری ہے، رپورٹ میں لکھتے ہیں:

قائد وفد نے مسجد نبوی کے معاملات پر گفتگو کی اور اغراض ومقاصد وفد بیان کیے، آپ نے فرمایا کہ ''مَیں وفد کا استقبال کرتا ہوں، مَیں نے آپ کا تار ملتے ہی ولی عہد معظم سے آپ حضرات کی ملاقات کا مسئلہ طے کر لیا تھا، میرے

نزدیک آپ کے وفد کا ولی عہد معظم سے ملنا ضروری ہے کیوں کہ وہی آپ کے پیش کردہ مسائل کا فیصلہ فرما سکتے ہیں"۔(ص:۲۲)

ولی عہد مملکت شہزادہ سعود بن عبدالعزیز سے ملاقات:

۲۳ر ستمبر کو وفد نے سعودی ولی عہد (بعد میں بادشاہ مملکت) شہزادہ سعود بن عبدالعزیز سے ملاقات کی، یہ ملاقات ولی عہد کے محل میں ہوئی۔ رپورٹ کے مطابق شہزادے نے اخلاق ومحبت سے وفد کا استقبال کیا، قائد وفد مولانا عبدالحامد بدایونی نے رسمی گفتگو کے بعد اراکین وفد کا تعارف کرایا، وفد کی آمد کے اغراض ومقاصد بیان کیے، آپ نے فرمایا:

جمعیۃ علمائے پاکستان کا یہ وفد آپ کی خدمت میں مخلصانہ طور پر مسلمانان پاکستان کے قلبی و مذہبی حسیات پیش کرنے آیا ہے۔ ہم نہ انتظامات حکومت میں مداخلت کرنے آئے ہیں، نہ کسی قسم کی خلیج پیدا کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ خبریں جو پاکستان میں مصری اخبارات کے ذریعے مسجد نبوی کے متعلق پہنچیں ان کے بارے میں ایک مطبوعہ یادداشت حاضر خدمت کر چکے ہیں۔(ص:۲۲-۲۳)

ولی عہد مملکت نے کہا کہ" آپ کی یادداشت مَیں دیکھ چکا ہوں آپ تفصیلاً اپنے مطالبات اور مقاصد بیان کیجیے"۔

نجدی امیر کے دربار میں بدایونی فقیر کا اعلان حق:

ولی عہد مملکت کے دربار میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے پوری ایمانی جرأت اور پورے یقین واعتماد کے ساتھ اپنی تحریک کے اغراض ومقاصد اور اپنے مطالبات پیش کیے، آپ نے فرمایا:

(۱) ہمیں حیرت ہے کہ جب ابتداً مصر و پاکستان کے انجینئروں کی یہ رپورٹیں تھیں کہ مسجد نبوی کی عمارت بجز چند حصوں کے زیادہ سے زیادہ مضبوط ہے جس کی مرمت ہونی چاہیے تو یک بارگی مضبوط دیوار، دالان ستون، منارے کیوں توڑے گئے۔ دروں کو کھول کر بہ آسانی توسیع کی جا سکتی تھی، چوں کہ مسجد نبوی سے پورے عالم اسلام کو عقیدت ہے مناسب ہے کہ تعمیر کے اہم مسئلے کی تکمیل کے لیے عالم اسلامی کے ماہر انجینئروں پر مشتمل کمیٹی بنا کر تعمیر ومرمت کا کام اس کے سپرد کیا جائے۔

(۲) حالات کے مشاہدے اور نقشے کو دیکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ایک منہدمہ دیوار

کے بعد بقیہ دیواریں اور منارے گرائے جانے والے ہیں، ان کی جگہ جدید دیواریں بنائی جائیں گی، ان کی بلندی ۸۰ر فٹ رکھی جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گنبد خضرا ڈھک جائے گا ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

(۳) چونکہ مسجد نبوی کا ہر حصہ مضبوط و مستحکم ہے اس لیے کسی دوسرے حصے کو نہ توڑا جائے کیوں کہ خواہ مخواہ توڑنے اور بنانے میں غیر معمولی اسراف ہوگا جو شرعاً صحیح نہ ہوگا۔

(۴) گنبد خضرائے مقدسہ، ریاض الجنہ، منبر اقدس، استوانات کو قطعاً تبدیل نہ کیا جائے۔

(۵) جدید دیواروں کی بلندی ۸۰ر فٹ نہ کی جائے۔

(۶) اگر قبۃ الخضرا اور تبرکات و آثار شریفہ منہدم نہ کیے جائیں گے تو جناب والا ان اطلاعات کی تردید فرمائیں جو مصری اخبارات نے شایع کی، خصوصیت سے اخبار المصور مصری مؤرخہ ۱۵ر ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ کا شایع شدہ نقشہ اور وہ تین سطریں جو اس نے نقشے کے نیچے تحریر کی ہیں اس کی پرزور تردید کی جائے اور تردید کی ایک کاپی ہمیں دی جائے، نیز مسلمانان پاکستان کے لیے ایک واضح تحریری بیان قبہ خضرا اور دیگر آثار شریفہ کی حفاظت کے بارے میں دیا جائے تاکہ ہم مسلمانان پاکستان اور عالم اسلامی میں اسے شایع کر سکیں اور مسلمانوں کو مطمئن کر سکیں۔ (ص: ۲۳-۲۴)

حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی کی اس جرأت مندانہ اور دوٹوک گفتگو کو امیر سعود نے پورے غور اور سنجیدگی سے سماعت کیا، اس کے بعد انہوں نے کہا:

> مَیں صمیم قلب سے آپ حضرات کے مخلصانہ جذبات کی قدر کرتا ہوں، آپ میری جانب سے پاکستانی مسلمانوں کو سلام محبت پہنچا دیجیے۔ حکومت سعودیہ عربیہ کی جانب سے اس سے قبل متعدد بار قبہ خضرا باقی رکھنے کے متعلق اعلانات کیے جا چکے ہیں، حکومت کی ہرگز یہ رائے نہیں کہ گنبد خضرا یا دوسرے آثار میں تبدل و تغیر کیا جائے، آپ ہمارے وعدے پر یقین کیجیے، انجینئروں کی کمیٹی کے مسئلے کو مَیں اس لیے قبول نہیں کر سکتا کہ مختلف ممالک کے انجینئروں کی کمیٹی بنائی گئی تو آپس میں اختلاف ہوگا، ایک ملک کا انجینئر ایک رائے دے گا دوسرا اس سے مختلف، اس طرح تعمیر کا کام بند ہو جائے گا۔ اخبار المصور مصری نے جو

نقشہ اور نوٹ شایع کیا وہ غلط ہے۔ (شیخ محمد سرور الصبان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) جلد از جلد اخبار المصور مصری کی تردید کی جائے۔ (ص:۲۴)

مولانا بدایونی نے کہا کہ اس تردید کی ایک کاپی ہمیں بھی بھیجی جائے، ساتھ ہی آپ نے مطالبہ کیا کہ:

> ہمارے جن معروضات کو قبول کیا گیا ہے ان کے متعلق آپ ایک واضح تحریری بیان ہماری واپسی سے قبل ہمیں عطا فرمائیں تا کہ ہم مسلمانان پاکستان کو مطمئن کر سکیں۔ (ص:۲۴)

شہزادہ سعود نے اس مطالبے کو تسلیم کیا اور کہا کہ یہ واضح بیان آپ کو بھیج دیا جائے گا۔

وفد کی پاکستان واپسی:

گنبد خضرا کے تحفظ اور آثار مبارکہ کی حفاظت وصیانت کے سلسلے میں یہ وفد اپنی جد وجہد مکمل کرنے کے بعد ۲۴ ستمبر ۱۹۵۲ء کو واپس کراچی پہنچا۔ اگلے روز کراچی میں جمعیۃ علمائے پاکستان کی مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا گیا جس میں مولانا بدایونی نے سفر حجاز کی تفصیلات بیان کیں۔ مجلس عاملہ نے مولانا عبدالحامد بدایونی کی اس عظیم کامیابی پر مبارک باد کی تجویز پاس کی۔ (ص:۲۶)

۲۷ ستمبر کو مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا شاہ احمد نورانی نے پاکستان میں سعودی سفیر سید عبدالحمید الخطیب سے ملاقات کی، انہیں اپنے دورۂ حجاز اور ولی عہد مملکت سے ملاقات وغیرہ کی تفصیلات بتائیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ مصری اخبارات میں گنبد خضرا کے انہدام کی جو خبریں شایع ہو رہی ہیں سفارت خانے کی جانب سے ان کی تردید شایع کی جائے۔ سفیر موصوف نے وعدہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں اپنا بیان پریس میں دیں گے۔ لیکن اگلے ایک ہفتے تک سعودی سفیر کا کوئی بیان اخبارات میں نظر نہیں آیا، جب ان سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ''میرے نزدیک اخبارات میں کوئی ایسی بات شایع نہیں ہوئی ہے جس کی میں تردید کروں''۔ (ص:۲۶۔۲۷)

امیر سعود بن عبدالعزیز کے نام مولانا بدایونی کا تار:

ولی عہد مملکت شہزادہ سعود بن عبدالعزیز نے اراکین وفد سے ملاقات کے وقت جس وضاحتی بیان کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اب تک جمعیۃ کو موصول نہیں ہوا تھا، ادھر سعودی سفیر کا یہ غیر ذمہ دارانہ طرز عمل سامنے آیا، لہٰذا مولانا عبدالحامد بدایونی کی جانب سے ۴ اکتوبر کو شہزادہ امیر سعود اور

شیخ سرور الصبان کے نام تار ارسال کیا گیا، مولانا بدایونی نے امیر سعود کے نام تار میں لکھا:

مسلمانان پاکستان آپ کے تحریری واضح بیان کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ گنبد خضرائے مقدسہ اور آثار شریفہ کے سلسلے میں جن مطالبات کو قبول کیا گیا ہے اس کے متعلق براہ کرم جلد واضح بیان روانہ فرمایا جائے۔ (ص:۲۷)

۱۰/اکتوبر کو شیخ سرور الصبان کی جانب سے مولانا بدایونی کے تار کا جواب موصول ہوا، انہوں نے لکھا کہ ''بیان واضح جاری کر دیا گیا ہے'' (ص:۲۷)

آرام باغ کراچی میں جلسہ عام:

۱۲/اکتوبر ۱۹۵۲ء تک امیر سعود ولی عہد مملکت سعودی عرب یا ان کے کسی نمائندے کی جانب سے ایسا واضح اور تسلی بخش بیان موصول نہیں ہوا جس کا ان سے مطالبہ ان سے کیا گیا تھا اور انہوں نے اس بیان کے جاری کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ دوسری طرف ۱۰/اور ۱۲/اکتوبر کے روزنامہ جنگ میں سعودی سفارت خانے کی جانب سے بعض متضاد اور مشکوک بیانات سامنے آئے، اس صورت حال کے پیش نظر ۱۳/اکتوبر کو جمعیۃ علمائے پاکستان نے آرام باغ کراچی میں مولانا عبدالحامد بدایونی کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، رپورٹ کے مطابق اس جلسے میں صدر اجلاس مولانا عبدالحامد بدایونی کے علاوہ مولانا مفتی صاحب داد، علامہ مخدوم ناصر جلالی، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری اور الحاج صالح محمد صاحب نے تقریریں کیں۔ آخر میں حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) مسلمانان کراچی کا یہ جلسہ عام جمعیۃ علمائے پاکستان کے اس اقدام پر کہ اس نے مسجد نبوی کے سلسلے میں اپنا ایک وفد مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی کی قیادت میں حجاز مقدس روانہ کیا، جس نے انتہائی تدبر و خوش اسلوبی سے حجاز مقدس میں گنبد خضرائے مقدسہ اور دیگر آثار شریفہ کے تحفظ و بقا کے مطالبات ولی عہد معظم کی خدمت میں پیش کر کے منظور کرائے صمیم قلب کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہے۔

اس سلسلے میں ولی عہد حکومت حجاز نے مطالبات تسلیم کرتے ہوئے واضح تحریری بیان بھیجنے کا جلد وعدہ فرمایا تھا مگر وہ ہنوز نہیں آیا جس کی وجہ سے اضطراب بڑھ رہا ہے۔ سعودی سفارت خانہ

پاکستان کے جو متضاد بیانات ذاتیات سے لبریز شایع ہورہے ہیں یہ جلسہ عام ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سعودی عربیہ سے پرزور خواہش کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد ایک واضح بیان صدر جمعیۃ علمائے پاکستان کے نام روانہ کرے تاکہ مسلمانان پاکستان مطمئن ہوسکیں۔

(۲) یہ جلسہ عام ممالک اسلامی اور حکومت پاکستان اور مقامی و بیرونی اخبارات سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ گنبد خضرائے مقدسہ اور آثار شریفہ کی حفاظت و بقا کے لیے حکومت حجاز کو متوجہ کریں اور پرزور خواہش کریں کہ خوامخواہ مسجد نبوی کی مضبوط اور مستحکم حسین عمارت کو نہ توڑا جائے۔(ص:۳۳)

شہزادہ سعود اور شیخ الصبان کے نام دوسرا تار اور اس کا جواب:

۱۳/اکتوبر کے اس عظیم الشان جلسے کے بعد ۱۴/اکتوبر کو پھر یاددہانی کے طور پر جمعیۃ علمائے پاکستان کی جانب سے شہزادہ سعود بن عبدالعزیز (ولی عہد مملکت سعودی عرب) اور شیخ محمد سرور الصبان (نائب وزیر مالیات، حکومت سعودی عرب) کے نام تار کیا گیا، اس تار میں ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا گیا اور تعمیر کے سلسلے میں واضح بیان جاری کیے جانے کی درخواست کی گئی۔

اس تار کے جواب میں ۱۶/اکتوبر کو مولانا بدایونی کے نام شیخ الصبان نائب وزیر مالیات کا حسب ذیل تار موصول ہوا:

> آپ کی رغبت کے مطابق ایک واضح و مفصل بیان صادر ہوگیا ہے جو بذریعہ ڈاک آپ کو بھیجا گیا ہے(ص:۳۲)

مولانا بدایونی کے نام امیر سعود بن عبدالعزیز کا جوابی تار:

مولانا بدایونی کے اس دوسرے تار کے جواب میں ۱۹/اکتوبر کو شہزادہ سعود (ولی عہد مملکت) کا مندرجہ ذیل تار مولانا کے نام موصول ہوا:

> ہم نے جس واضح بیان کا آپ سے وعدہ کیا تھا اس کی بابت ہم نے سفارت خانہ پاکستان و ہندوستان کو ایک ہی الفاظ میں ہدایت کردی ہے کہ وہ بیان شایع کردیں، ہم یقین کرتے ہیں کہ اس بیان کے بعد مفسدین اور اللہ و رسول کے دشمنوں کا پروپگنڈہ بند ہوجائے گا۔(ص:۲۷)

صدر مؤتمر اسلامی کا مکتوب بنام امیر سعود بن عبدالعزیز:

صورت حال کی نزاکت دیکھتے ہوئے پروفیسر ابوبکر حلیم صدر مؤتمر عالم اسلامی (وائس چانسلر

کراچی یونیورسٹی) نے امیر سعود بن عبدالعزیز کے نام خط روانہ کیا، انہوں نے لکھا:

مَیں نے مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی صدر جمعیۃ علمائے پاکستان سے مسجد نبوی کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی اور مسجد نبوی کے بعض اہم اجزا کے انہدام اور جمعیۃ کے وفد سے ملاقات میں ولی عہد معظم نے جو کچھ وعدے گنبد خضرائے مقدسہ و دیگر آثار مبارکہ کی بابت کیے اور یہ ارشاد کیا کہ وہ وفد کے پہنچتے ہی تحریری واضح بیان روانہ فرمائیں گے، مگر وہ بیان اب تک نہ ملنے کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت اضطراب ہے۔ مَیں جناب والا سے درخواست کرتا ہوں کہ براہ کرم جلد حسب وعدہ اپنا واضح تحریری بیان مولانا عبدالحامد صاحب قادری صدر جمعیۃ علمائے پاکستان کے نام روانہ فرمائیں تاکہ مسلمانان پاکستان مطمئن ہوں۔ (ص:۳۵)

سعودی سفارت خانے کی پریس کانفرنس:

عوامی دباؤ کی وجہ سے سعودی سفارت خانہ دفاعی پوزیشن میں آ گیا، اسی درمیان شہزادہ سعود کے جاری کردہ احکامات بھی سفارت خانے کو موصول ہو گئے، لہٰذا گومگو کی یہ کیفیت ختم کرتے ہوئے سعودی سفارت خانے نے ایک پریس کانفرنس طلب کر کے معاملات پر صفائی پیش کی، اس پریس کانفرنس سے عوام میں برپا خلجان اور بے چینی دور ہوئی، رپورٹ میں لکھتے ہیں:

جلسہ عام کے بعد سفارت خانہ سعودی عربیہ نے ایک پریس کانفرنس بلائی، پریس کے نمائندگان کے استفسارات کے بعد سفارت خانے نے ان تمام منظور شدہ مطالبات کا ذکر کیا جو جمعیۃ علمائے پاکستان کا وفد قبول کروا چکا تھا۔ کاش اس سے قبل ہی وہ تفصیلی بیان اور اخبار المصور کی تردید فرما دیتے تو خواہ مخواہ اختلافات کیوں پیدا ہوتے (ص:۳۴)

حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی کی یہ تحریک بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوئی، سعودی حکومت نے گنبد خضرا اور ترکوں کی تعمیر کردہ قدیم عمارت کو منہدم نہ کرنے کا جو وعدہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور ارکان وفد سے کیا تھا اس کو پورا کیا گیا۔ گنبد خضرا آج بھی اپنے تمام تر تقدس و نورانیت کے ساتھ اپنی جگہ پر جلوہ فگن ہے اور انسان تو انسان قدسیان فلک کے لیے بھی قبلہ محبت اور کعبہ

عقیدت ہے۔

زیرِ نظر کتاب 'جامع فتویٰ' میں آزاد بن حیدر (ناظم نشر و اشاعت مرکزی انجمن تبلیغ اسلام کراچی) اس تحریک کی کامیابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> جلالۃ الملک المعظم (شاہ سعود بن عبدالعزیز) نے اب سے ۶ رسال قبل تعمیر مسجد نبوی کے سلسلے میں مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان کے وفد کی ملاقات میں پاک و ہند کے جذبات سماعت فرما کر احکام دے دیے تھے کہ نہ تو گنبد خضرائے مقدسہ حکومت سعودیہ منہدم کرانا چاہتی ہے اور نہ تبرکات شریفہ میں کوئی تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے۔ (جامع فتویٰ: ۳۵)

۱۹۵۴ء کا وفد حجاز: اس تحریک کے ۲رسال بعد ۱۹۵۴ء میں حج کے موقع پر جمعیۃ علمائے پاکستان کا ایک اور وفد مولانا عبدالحامد بدایونی کی زیر قیادت حجاز گیا، وفد نے مسجد نبوی اور دیگر آثار کا معائنہ کیا، واپس آکر وفد نے اپنی رپورٹ پیش کی، اس میں لکھتے ہیں:

> ارکان وفد کو مسرت ہے کہ جمعیۃ کے سابقہ وفد سے حکومت سعودیہ نے سمت قبلہ کی عمارت اور مآثر شریفہ، گنبد خضرا مقدسہ نیز چہار جانب کی دیواروں کو گنبد شریف سے بلند نہ کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس پر حکومت قائم ہے اور کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل مآثر مبارکہ کے حصوں میں نہیں کیا گیا۔ (سالانہ رپورٹ جمعیۃ علمائے پاکستان ۱۹۵۵ء: بحوالہ ماہنامہ مجلّہ بدایوں، ص ۷، شمارہ جولائی ۱۹۹۵ء)

حضرت اقدس والد گرامی مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مدینہ منورہ میں ان کے دولت خانے پر جب جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے تقریباً ہر بار فرمایا کہ ''امت اسلامیہ پر یہ مولانا عبدالحامد بدایونی کا احسان ہے کہ ان کی بروقت مداخلت اور پر زور تحریک کے نتیجے میں سعودی حکومت گنبد خضرا کے انہدام سے باز رہی، اگر مولانا گنبد خضرا کے تحفظ کی یہ تحریک نہ چلاتے تو خدا جانے کیا صورت حال ہوتی''۔

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کی حفاظت وصیانت کی تحریک

۱۹۵۲ر کی کامیاب تحریک کے بعد ۱۹۶۱ء میں پھر مولانا عبدالحامد بدایونی نے صحابہ واہل بیت

کے منہدم شدہ مزارات کی تعمیر نو اور گنبد خضرا کے تحفظ وصیانت کے لیے عالم گیر مہم چلائی، پہلے آپ نے قبور ومزارات پر قبوں کے شرعی جواز پر ایک فتویٰ مرتب کیا، پھر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش (جو اس وقت مشرقی پاکستان تھا) کا دورہ کر کے وہاں کے معتبر علما ومشائخ سے اس فتوے پر تصدیق وتائید حاصل کی، ہند وپاک اور بنگلہ دیش کے ۲۵۹/اکابر علما نے اس فتوے پر دستخط کیے۔ فتوے کی تصدیق کرنے والوں میں علمائے بدایوں، علمائے فرنگی محل وغیرہ کے علاوہ مفتی اعظم (بریلی)، محدث اعظم (کچھوچھہ)، حافظ ملت (مبارک پور)، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا احمد سعید کاظمی، مفتی مظہر اللہ نقشبندی (دہلی) اور مولانا برہان الحق جبل پوری وغیرہ جیسے اکابر شامل ہیں۔

پھر آپ نے عالم عرب اور ایران کا دورہ کیا اور وہاں کے سرکردہ علما سے اس فتوے پر تصدیقیں اور تقریظات حاصل کیں، آپ نے سعودی حکومت سے مطالبہ کیا کہ قبوں اور مزارات کے انہدام پر روک لگائی جائے اور جو مزارات منہدم کر دیے گئے ہیں ان کو از سر نو تعمیر کر کے ان کے اوپر کتبے لگائے جائیں۔ مولانا کا فتویٰ، ہند وپاک کے علما کی تصدیقات اور سعودی حکومت سے مطالبات کو یکجا کر کے بنام ''جامع فتویٰ'' کراچی سے شایع کیا گیا۔ پھر اس فتوے کا عربی ترجمہ کیا گیا اور اس پر علمائے عرب کی تقاریظ اور تصدیقات حاصل کی گئیں۔ مولانا بدایونی نے شاہ سعود کے نام ایک خط لکھا جس میں ان کو عالم اسلام کے علما کے جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے مطالبات پیش کیے۔ اس تمام مواد کو یکجا کر کے عربی زبان میں ''الجواب المشکور علی اسئلة القبور'' کے نام سے شایع کیا گیا۔

ممالک عرب اور ایران کا سفر:

مزارات صحابہ واہل بیت کی حفاظت وصیانت کی اس عالم گیر تحریک میں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی مولانا عبدالحامد بدایونی کے ساتھ تھے، عالم عرب اور ایران کا یہ دورہ ۱۹۶۱ء میں ہوا تھا، اس زمانے میں چونکہ جمعیۃ علمائے پاکستان پر پابندی لگی ہوئی تھی☆ اس لیے مرکزی

☆ ۱۹۵۸ء کے مارشل لا کے دوران ایوب خاں نے تمام سیاسی جماعتوں کو کالعدم قرار دے دیا تھا، اس کی زد میں جمعیت علمائے پاکستان بھی آ گئی تھی، لہٰذا جمعیت کے ارکان نے ایک متبادل جماعت ''انجمن تبلیغ اسلام'' کے نام سے تشکیل دی، اس میں مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا شاہ احمد نورانی کے علاوہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور مفتی سید شجاعت علی قادری وغیرہ شامل تھے، ۱۹۶۴ء میں تمام سیاسی جماعتیں بحال کر دی گئیں، لہٰذا جمعیت پھر سے سرگرم عمل ہو گئی۔

انجمن تبلیغ اسلام کی جانب سے یہ وفد بھیجا گیا تھا، یہ وفد تین ارکان پر مشتمل تھا:

(۱) حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی (قائد وفد)

(۲) قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی (رکن)

(۳) مولانا عمر الٰہی دہلوی (رکن)

یہ سفر ۱۷ر مئی ۱۹۶۱ء کو کراچی سے شروع ہو کر ۳۰ر جولائی ۱۹۶۱ء کو کراچی ہی میں ختم ہوا، کم و بیش ڈھائی ماہ کے سفر میں اس وفد نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ (سعودی عرب)، عمان (اردن) بیت المقدس، بیروت (لبنان) دمشق (شام) قاہرہ، اسکندریہ (مصر) بغداد، نجف کربلا (عراق) اورطہران، قم، مشہد، اصفہان، خراسان (ایران) کا دورہ کیا، ان بلاد کے علما ومشائخ اور عمائدین مملکت سے ملاقاتیں کیں۔ سفر سے واپسی پر مولانا بدایونی نے اپنے اس طویل سفر کی روداد قلم بند کی، جو "ممالک عربیہ اور ایران کا سفر نامہ" کے نام سے ۱۹۶۱ء میں مرکزی انجمن تبلیغ اسلام کراچی کے زیر اہتمام شایع ہوئی۔ یہ سفر نامہ ہمارے پیش نظر ہے، ہم اس سے بعض اقتباسات نقل کرتے ہیں تا کہ مولانا کی اس تحریک کی اہمیت اور عالم گیریت کا اندازہ ہو سکے۔

تحریک کا آغاز:

سفر نامے کے آغاز میں لکھتے ہیں:

> جنوری وفروری ۱۹۶۰ء میں میرے اور بعض احباب کے درمیان تبادلہ خیالات ہوا، جس کے بعد طے پایا کہ بقیع شریف کے قبب وقبور کی حفاظت اور مزارات حضرات اہل بیت اطہار کے تحفظ و بقا وضریح مزار حضور فاطمہ سیدہ الزہرا کے لیے منظّم جدو جہد کی جائے۔ اس سلسلے میں تجویز ہوا کہ ایک فتویٰ مرتب کروں اور بعد اس کے مرکزی انجمن تبلیغ اسلام کا ایک وفد مغربی ومشرقی پاکستان میں حضرات علمائے کرام کے دستخط حاصل کرے۔ چنانچہ ۱۹ر مارچ ۱۹۶۰ء سے یہ تحریک شروع کی گئی اور ۱۱ر اپریل کو تمامی انتظامات مکمل کرنے کے بعد مرکزی انجمن تبلیغ اسلام کے وفد نے پہلے مغربی پھر مشرقی پاکستان کا دورہ کیا۔.... ماہ تک یہ دورہ جاری رہا ازاں بعد ہندوستان کا دورہ کیا گیا۔ الحمدللہ پاک و ہند

کے علما و مشائخ نے تحریک سے اتفاق کرتے ہوئے فتوے کی تصدیقات فرمائیں اور اپنی شاندار آرا کا اظہار فرمایا۔ (ص ۱/۲)

وفد کراچی سے روانہ ہو کر سب سے پہلے سعودی عربیہ پہنچا، وہاں حج بیت اللہ (سنہ ۱۳۸۰ھ) اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادتیں حاصل کیں۔

مکہ مکرمہ میں علمائے عرب سے ملاقاتیں:

حج کے ایام میں مولانا بدایونی کی طبیعت علیل رہی، اس لیے منیٰ کے دوران قیام علما و مشائخ سے ملاقاتیں نہ ہو سکیں، لکھتے ہیں:

> منیٰ کے سہ روزہ قیام میں شدید علالت کے باعث ممالک اسلامیہ کے لوگوں سے ملاقاتوں کا کام نامکمل رہا۔ البتہ مکہ معظّمہ حاضر ہو کر جانے والے افراد سے حرم شریف اور اپنی قیام گاہ پر مختلف دعوتیں کر کے ملاقاتیں رہیں، خود بھی علما و مشائخ سے ملتے جلتے رہے۔ (ص ۴)

مزید لکھتے ہیں:

> ہم لوگ منیٰ سے واپس آ کر بعد حج مکہ معظّمہ میں مقیم رہیں، اس زمانے میں مختلف ممالک کے علما سے تبادلہ خیالات کیا جاتا رہا، خصوصیت سے مصر و شام و سوڈان والوں سے باتیں کافی کی گئیں۔ (ص ۴)

مدینہ منورہ میں بھی ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رہا، لکھتے ہیں:

> حرم شریف میں ہر نماز کی حاضری کے وقت جاننے والے اور ایسے افراد و علما مل جاتے جن سے ہماری تحریک کا تعلق تھا، ہم وقت کا تعین کرتے، اگلے دن باتیں کرتے، یا تو اپنی قیام گاہ پر ان حضرات کو بلاتے یا خود ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ (ص ۵)

بیت المقدس کا سفر:

حج و زیارت کی سعادتیں حاصل کرنے کے بعد یہ قافلہ عمان کے راستے بیت المقدس کے لیے روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر وفد نے اپنی تحریک کے سلسلے میں کام شروع کر دیا، لکھتے ہیں:

> ہم نے مسجد اقصیٰ میں بعض بعض علمائے کرام سے ملاقاتیں کر لی تھیں لیکن جی

چاہتا تھا کہ ایک اجتماع ایسا ہو جس میں یہاں کی مشہور و معروف شخصیتیں یکجا ہو کر باتیں کر سکیں، چنانچہ ہم نے اپنی قیام گاہ پر حالیہ مفتی اعظم فلسطین اور دیگر مشاہیر کو مدعو کیا، الحمدللہ اجتماع خاصا اچھا رہا۔ (ص ۱۳)

آگے لکھتے ہیں:

علمائے قدس سے دیر تک مباحث و مذاکرات جاری رہے، ہم نے اپنے مشن کی داغ بیل ڈال دی۔ فتوے کی کاپیاں مفتی صاحب اور دیگر علمائے قدس کی خدمات میں پیش کر دیں۔

حضرت مفتی صاحب نے وعدہ فرمایا کہ مَیں ان شاءاللہ جواب مرتب کر کے روانہ کروں گا، تفصیلی تبادلہ خیالات اور اپنی تحریک کی اعانت کا وعدہ لے کر ہم لوگ بیت المقدس سے واپس ہوئے۔ (ص ۱۳-۱۴)

بیروت کا سفر:

بیت المقدس سے یہ وفد عمان ہوتا ہوا بیروت پہنچا، لکھتے ہیں:

بیت المقدس سے بذریعہ ہوائی جہاز عمان آئے، یہاں کام کیا، کچھ زمین بنائی، پھر لبنان میں مصروف رہے۔ (ص ۱۴)

بیروت میں چھ دن قیام رہا۔ (ص ۱۴)

چھ دن کے قیام میں مقامی علما و مشائخ سے ملے، یہاں کے علما و مشائخ بیرونی افراد سے باتیں کرنے میں جھجکتے ہیں، حکومت بھی تقریباً نیم عیسائی ہے۔ (ص ۱۴)

یہاں کے قیام میں قبب و قبور کی تحریک کی تبلیغ کی گئی، لوگوں کو ہم نوا بنایا گیا۔ (ص ۱۵)

دمشق (شام) کا دورہ:

بیروت کے بعد یہ کاروانِ شوق شام (سیریا) کی راجدھانی دمشق پہنچا، لکھتے ہیں:

ہم نے دوسرے ہی دن سے علما و مشاہیر سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔ (ص ۱۶)

شام کی بزرگ ترین شخصیت جو علم و فضل و روحانیت کے لحاظ سے بلند پایہ ہے وہ

ہے مولانا سید عبدالوہاب صاحب قبلہ کی ذات گرامی، آپ شام کے چوٹی کے
عالم ودرویش ہیں۔ (ص۱۸)

حضرت (سید عبدالوہاب) سے نفس تحریک پر مفصل تبادلہ خیالات ہوا، چنانچہ
علمائے شام کا اجتماع طے ہوگیا، تمامی علمائے کرام مدعو کیے گئے، پہلے ہمارا
مرتب کردہ جواب پڑھا گیا، حضرات علما نے ہمارا مرتب کردہ جواب بہت پسند
کیا، بعد سماعت تصدیقات وتوثیقات فرمائیں۔ (ص۱۸)

علمائے مصر سے ملاقاتیں:

شام میں اپنی تحریک کی کامیاب تبلیغ اور علمائے شام کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد
مولانا عبدالحامد بدایونی اپنے رفقا کے ساتھ قاہرہ (مصر) پہنچے۔ لکھتے ہیں:

دو چار دن کے اندر اندر قاہرہ کے احباب کو علم ہوگیا، اب ہر طرف سے لوگ
ملنے آنے لگے، ضیافتیں شروع ہوگئیں، پرانی اور جدید جماعتیں جس قدر یہاں
ہیں سب سے ملنا ہوا، استاذ محترم الحاج محمود ربیع معلم الفقہ جامعہ ازہر اور دیگر
علمائے مصر سے تفصیلی ملاقاتوں میں کام کا خاکہ طے ہوگیا۔ کئی پارٹیوں میں
ہماری تحریک پیش ہوگئی اور ہر حلقے میں بے حد پسند کی گئی۔ (ص۲۰)

مصری وزیر اوقاف سے ملاقات:

عالم عرب کے علمی اور حکومتی دونوں حلقوں میں مولانا عبدالحامد بدایونی اپنا اثر ورسوخ رکھتے
تھے، مصر میں وزارت اوقاف کی جانب سے ان کا پرجوش استقبال کیا گیا، آپ نے مصری وزیر
اوقاف سے ملاقات کرکے ان کو اپنے مشن سے آگاہ کیا اور ان کی حمایت حاصل کی، لکھتے ہیں:

اسی دن وزارت اوقاف سے ۳/۴ عمال ہوٹل تشریف لائے اور ہمیں ہمارا
پروگرام جو وزارت اوقاف نے آثار اور تاریخی مقامات کے مشاہدہ ومعائنے کا
مقرر کیا تھا اس سے مطلع کیا اور وزیر صاحب سے ملاقات کے وقت وتاریخ
سے باخبر کیا۔

پہلے ہم نے اور رفقا نے وزیر موصوف سے وزارت اوقاف کے دفتر جا کر
ملاقات کی، ملاقات میں ایک دوسرے وزیر اور ایک ازہر کے فاضل بھی موجود

تھے۔مختلف مسائل علمی پر مذاکرات شروع ہوگئے، گنبد خضرائے مقدسہ کے بوسیدہ پردوں کا مسئلہ چھیڑا گیا اور کافی دیر تک تبادلہ خیالات رہا، پھر تحریک تحفظ قبب وقبور صحابہ واہل بیت آ گئی، اس پر بھی سیر حاصل بحث ہوگئی، وزیر صاحب محترم اور دوسرے وزیر و عالم سب ہم سے متفق ہوئے۔(ص۲۱-۲۲)

شیخ الازہر سے ملاقات:

عالم عرب میں شیخ الازہر کی شخصیت اور رائے کی جو قدر و قیمت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اس لیے ضروری تھا کہ اپنی تحریک کو باوزن اور پُر اثر بنانے کے لیے شیخ الازہر کو اعتماد میں لے کر ان کی حمایت حاصل کی جائے، لہٰذا مولانا عبدالحامد بدایونی نے شیخ الازہر سے ملاقات کر کے ان کو اپنی تحریک کے بارے میں بتایا۔مولانا نے سفر نامے میں شیخ الازہر کا نام ذکر نہیں کیا ہے، ہماری معلومات کے مطابق اس زمانے میں علامہ شیخ محمود شلتوت شیخ الازہر کے منصب پر فائز تھے۔مولانا لکھتے ہیں:

دوسرے دن شیخ الازہر سے ہم لوگ ملے، ایک گھنٹے کے قریب شیخ ازہر سے باتیں رہیں۔(ص۲۲)

اسکندریہ میں جلسہ عام سے خطاب:

ارکان وفد نے قاہرہ کے بعد مصر کے دوسرے بڑے شہر اسکندریہ کا بھی دورہ کیا اور وہاں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا، مولانا رقم طراز ہیں:

وزارت اوقاف نے ہمارا اسکندریہ کا پروگرام مرتب فرمایا، جہاں عالم اسلامی کے ۷۰۰ طلبہ کی طرف سے منعقد کردہ جلسۂ عام میں شریک ہو کر ہمیں ایک تقریر کرنا تھی۔شبان المسلمین کے صدر محترم بھی اس جلسے میں شریک تھے۔بڑا اچھا اجتماع تھا، ہماری تقریر کے بعد صدر شبان المسلمین نے باوجود بڑھاپے کے نوجوانوں کی طرح بڑی پر جوش تقریر فرمائی۔(ص۲۳)

جمعیة الرابطة الاسلامیة کی میٹنگ:

قاہرہ میں جن اہم تنظیموں نے مولانا کی تحریک کی حمایت کی ان میں جمعیة الرابطةالاسلامیة کا نام نمایاں ہے، مولانا نے لکھا ہے کہ:

جمعیت رابطۂ اسلامیہ کی طرف سے زیر نگرانی حضرت علامہ ربیع صاحب ہمارے اعزاز میں ایک بڑی دعوت دریائے نیل کے کنارے مقام جیزان میں ہوئی۔ جہاں چائے کے بعد حضرت علامہ ربیع نے ہم لوگوں کا تعارف کراتے ہوئے تحریک حفاظت قبب وقبور اور فتوے کی تیاری کا حال بتایا اور ہم سے تقریر کی خواہش کی، ہم نے اور مولانا نورانی میاں صاحب نے مفصل طور پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی، جو علما اس جلسے میں موجود تھے ان سب نے اعانت و حمایت کا وعدہ فرمایا۔ (ص۲۴)

العشیرۃ المحمدیۃ کی جانب سے جلسہ عام:

مصر کے معروف عالم اور شیخ طریقت حضرت شیخ محمد زکی ابراہیم (ولادت: ۱۹۰۶ء/ وفات: ۱۹۹۸ء) نے العشیرۃ المحمدیۃ کے نام سے ایک صوفی اور خانقاہی تنظیم تشکیل دی تھی، اس تنظیم نے ارکان وفد کے اعزاز میں ایک جلسہ عام کا انعقاد کیا اور تحریک کو اپنے تعاون کی یقین دہانی کروائی، مولانا رقم طراز ہیں:

العشیرۃ المحمدیۃ قاہرہ کی جانب سے ایک جلسہ عام ہمارے اعزاز میں ترتیب دیا گیا، یہ انجمن قاہرہ کی سب سے پرانی اور خالص مذہبی انجمن ہے، ایک ماہانہ رسالہ "المسلم" بھی نکالتی ہے، اس کے ارکان وعہدے داران اچھا تعمیری کام کررہے ہیں۔ ساڑھے نو بجے شب سے ساڑھے بارہ بجے شب تک جلسۂ عام جاری رہا۔ اگرچہ اس دن ہماری طبیعت خراب تھی مگر اس اجتماع میں شریک ہونا پڑا۔ ہماری صحت کی خرابی کے باعث نورانی میاں نے مفصل تقریر کی، تحریک قبب وقبور کا بھی تقریر میں ذکر آگیا، جو حضرات علما موجود تھے ان میں سے بعض کے دستخط ثبت ہوئے، اجتماع نتیجہ خیز رہا۔ (ص۲۴-۲۵)

سفر عراق:

مصر میں اپنی تحریک کی کامیاب تبلیغ اور علمائے مصر کی تائید وتصدیق حاصل کرکے وفد نے عراق کا رخ کیا۔ بغداد شریف میں نقیب الاشراف حضرت پیر ابراہیم گیلانی (صاحب سجادہ درگاہ غوث اعظم) سے ملاقات ہوئی، لیکن کچھ نامعلوم وجوہ کی بنیاد پر وفد نے عراق میں دوسرے علماومشائخ

سے ملاقات نہیں کی، مولانا لکھتے ہیں:

مسٹر خٹک (سفیر پاکستان) سے جلد بغداد میں ملاقات کر کے ضروری حالات معلوم کرنا تھے، تقریباً دو گھنٹے تک باتیں رہیں، اکثر و بیشتر مسائل معلوم ہو گئے، لیکن ہم نے عراق کے اندر طے کر لیا ہے کہ سوائے مزارات کی حاضری کے دوسرے معاملات میں نہ پڑیں گے۔ (ص ۲۷)

گوکہ عراق میں علما و مشائخ سے ملاقات کر کے اپنی تحریک کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں کر سکے صرف مزارات کی حاضریاں ہی کیں، لیکن یہاں بھی اپنے مشن اور تحریک کو فراموش نہیں کیا، نجف اشرف میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری کی کیفیت لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

آخر میں معروضہ کیا کہ جنت البقیع، احد شریف اور جنت المعلیٰ کے قبب وقبور کی جو تحریک شروع کی ہے اس میں کامیابی حاصل ہو۔ (ص ۲۹)

مولانا عبدالحامد بدایونی ایران میں:

ایران کے دارالحکومت طہران میں ایک ایرانی عالم علامہ فلسفی سے مولانا بدایونی کے روابط پہلے سے تھے، مولانا نے مصر سے ہی علامہ فلسفی کو تفصیلی خط لکھ کر اپنی تحریک اور سفر ایران کے پروگرام سے مطلع کر دیا تھا، طہران پہنچ کر علامہ فلسفی سے ملاقات ہوئی علامہ موصوف نے فرمایا:

صبح نو بجے سے علمائے ایران اور مجتہدین کرام بغرض ملاقات تشریف لائیں گے اور بعض وہ بزرگ ترین شخصیتیں بھی تشریف لائیں گی جو نہ تو شہنشاہ کے دربار میں جاتی ہیں نہ کسی کے استقبال میں شریک ہوتی ہیں، مگر چونکہ آپ لوگ مزارات حضرات اہل بیت اطہار وصحابہ کرام کی تعمیر وحفاظت کا اہم کام شروع کرنے کی تحریک لے کر آئے ہیں اس لیے تمام اکابر ایران علما و مشاہیر اس تحریک میں پوری دلچسپی لینے کے لیے تشریف لائیں گے۔ (ص ۳۲)

پروگرام کے مطابق اگلے روز صبح نو بجے علما کا اجتماع ہوا، اجتماع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے مولانا عبدالحامد بدایونی نے لکھا ہے:

چنانچہ صبح نو بجے سے اکابر علما و مشائخ تشریف لانے لگے، جب ڈیڑھ سو سے

زیادہ کا اجتماع ہو گیا تو ہم نے ایک تقریر کی، جس میں صورت حال کو واضح کیا، اپنے مرتب کردہ فتوے کا ذکر کیا، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی القادری نے ہمارا مرتب کردہ فتویٰ اور علامہ ربیع مصری کا مقدمہ سنایا، اکابر علما و مشائخ نے دونوں فتوے گہری دلچسپی کے ساتھ سنے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ (ص ۳۳)

بادشاہ ایران رضا شاہ پہلوی سے ملاقات:

۱۹۶۱ء میں ایران پہلوی خاندان کے زیر حکومت تھا، محمد رضا پہلوی کا دور تھا، اپنی تحریک کو مضبوط کرنے کے لیے ضروری تھا کہ بادشاہ ایران سے ملاقات کر کے ان کو اپنی تحریک اور مشن سے آگاہ کیا جائے، مولانا نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا، بادشاہ نے وفد کو ملنے کا وقت دیا، وقت مقررہ پر ارکان وفد شاہی محل میں پہنچے اور بادشاہ ایران سے تفصیلی مذاکرات کیے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی آمد کے مقصد اور اپنے موجودہ مشن کے بارے میں تفصیل سے بتایا، حضرت شاہ احمد نورانی نے انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ کیا، مولانا بدایونی لکھتے ہیں:

> ہم نے گذشتہ دس سال کے کاموں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اب سے ۶/۷ سال قبل جمعیۃ علمائے پاکستان نے ایک وفد حجاز مقدس بھیجا تھا، دو ماہ کی لگاتار کوششوں کے بعد کامیابی حاصل کی، گنبد خضرائے مقدسہ انہدام سے بچ گیا اور آثار شریفہ اور تبرکات نبویہ برقرار رہے، اس وقت سے یہ تحریک میرے قلب میں جاگزیں تھی کہ بقیع واحد و جنت المعلیٰ میں ہزار ہا صحابۂ کرام و اہل بیت عظام کے منہدم مزارات وقبب کی صیانت وحفاظت و بقا کے لیے کچھ کرنا چاہیے چنانچہ اس مرتبہ ایک فتویٰ مرتب کیا، جس پر ابتداءً پاک و ہند کے علما کے دستخط کرائے گئے، فریضہ حج سے فارغ ہو کر ہم لوگ جدہ شریف سے سیدھے قدس، لبنان، عمان، بیروت، دمشق، مصر و اسکندریہ، بغداد گئے ان سب مقامات پر علمائے کرام کے دستخط حاصل کیے، علمائے مصر کی تصدیقات کرائیں، فتوے پر مقدمہ لکھوایا، آخر میں ہم لوگ ایران حاضر ہوئے ہیں، الحمدللہ کہ اس بارے میں سب سے زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ حضرات علمائے ایران نے فرمایا اور طے کیا کہ اس سلسلے میں ایک فتویٰ بزبان فارسی وعربی شائع کیا جائے گا، ہماری تجویز یہ ہے

کہ ایک وفد یہ فتویٰ طہران سے شہنشاہ معظم کا گرامی نامہ لے کر جائے جس میں
جلالۃ الملک المعظم سعود کو لکھا جائے کہ وہ مزارات صحابہ واہل بیت اطہار کو پختہ
بنوائیں ہر ایک مزار پر کتبات لگائے جائیں جن پر نام کندہ ہوں تا کہ زائرین کو
سہولت ہو۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے انگریزی زبان میں مفصلاً تمامی امور پر
روشنی ڈالی، دیر تک موضوعات پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ (ص ۳۴-۳۵)

مشہد مقدس میں علما کی نشست:

ایران کے شہروں طہران اور قم کے بعد یہ وفد مشہد مقدس پہنچا، یہاں حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مزار مبارک ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

قم کے بعد ہم لوگ مشہد مقدس کے لیے ہوائی جہاز سے روانہ ہوئے، مطار
(ائیر پورٹ) پر گورنر کے نمائندے اور علمائے کرام کے اجتماع نے
استقبال کیا۔ (ص ۳۶)

یہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار پر حاضری دی، اس کے بعد علما کی ایک نشست ہوئی، لکھتے ہیں:

پھر ایک طویل نشست حضرات علما کی رہی جس میں تحریک کا پس منظر ہم نے
بیان کیا، حضرات علمائے طہران وقم کی تائیدات کا ذکر کیا، مشہد کے علما و
مجتہدین کرام نے پوری گرم جوشی کے ساتھ اعانت، اشتراک، حمایت وتائید
کا یقین دلایا۔ (ص ۳۶)

مشہد مقدس کے بعد وفد نے اصفہان اور خراسان کا بھی دورہ کیا، بالآخر دو ماہ سے زیادہ کا یہ طویل سفر ۳۰ رجولائی ۱۹۶۱ء کو کراچی پہنچ کر اختتام پذیر ہوا۔

اس روداد سفر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے تحریک تحفظ گنبد خضریٰ کو عالمی سطح پر متعارف کرانے اور عالمی رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے کیسی عظیم الشان جد وجہد کی ہے۔ اس سفر نامے سے مشائخ وعلمائے عرب کی نظر میں مولانا عبدالحامد بدایونی کی قدر ومنزلت اور عالم عرب کے علمی اور حکومتی حلقوں میں ان کے اثرات کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

کچھ کتاب کے بارے میں:

گذشتہ اوراق میں ذکر ہوا کہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے پہلے ایک فتویٰ مرتب کیا تھا جس پر ہندو پاک کے دوسو سے زیادہ علما کے دستخط تھے، انجمن تبلیغ اسلام کراچی نے اس فتوے کو ''جامع فتویٰ'' کے نام سے شایع کروایا تھا۔ اس کے آغاز میں لسان الحسان مولانا ضیاء القادری کا قطعۂ تاریخ ہے، اس کے بعد حضرت مولانا سید عبدالسلام باندوی کی ایک تعارفی تحریر ''ایک ضروری یادداشت'' کے نام سے ہے، پھر مولانا عبدالحامد بدایونی کا فتویٰ اور علمائے ہندو پاک کی تصدیقات ہیں۔ آخر میں ''آخری گزارش'' کے عنوان سے آزاد بن حیدر (ناظم نشر و اشاعت انجمن تبلیغ اسلام کراچی) کی ایک تحریر ہے۔

الجواب المشکور میں سب سے پہلے شاہ سعود بن عبدالعزیز کے نام مولانا بدایونی کا خط ہے۔ پھر علامہ محمود ربیع ازہری اور شیخ حافظ تیجانی کی تقاریظ ہیں۔ اس کے بعد مولانا کے فتوے کا عربی ترجمہ اور علمائے دمشق و علمائے ہندو پاک کی تصدیقات ہیں، علمائے ہندو پاک میں سے بعض نے تصدیق کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے مسئلے کی وضاحت کے لیے کوئی عبارت بھی لکھی تھی، یہ عبارت ''جامع فتویٰ'' میں شامل ہے، مگر الجواب المشکور میں صرف علما کے نام لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے ان کی تائیدی عبارتیں درج نہیں کی گئیں ہیں۔

الجواب المشکور کی اشاعت کے بعد اسی زمانے میں سعودی عرب کے ایک بڑے مفتی شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل الشیخ نے اس کا جواب ''شفاء الصدور فی الرد علی الجواب المشکور'' کے نام سے لکھا تھا، یہ جواب ہماری نظر سے گذرا ہے، یہ جواب اسی طریقے اور منہج پر لکھا گیا ہے جو سلفی و وہابی علما کا عام انداز ہے، جس کی رو سے گذشتہ ۱۲۰۰ برس میں چند علما و شیوخ کے علاوہ باقی پوری امت کے علما و مشائخ یا تو کافر و مشرک قرار پاتے ہیں یا کم از کم گمراہ و بدعتی۔

الجواب المشکور کا ایک نسخہ کتب خانہ قادری میں موجود تھا، جب کہ جامع فتویٰ، ممالک عربیہ اور ایران کا سفر نامہ، اور ۱۹۵۲ء کے وفد حجاز کی رپورٹ بنام ''مسجد نبوی اور آثار مبارکہ کے بقا و تحفظ کا مطالبہ'' مکرمی جناب محمد احمد ترازی نے کراچی سے فراہم کیے ہیں۔ اس کرم فرمائی پر میں جناب موصوف کا بے حد ممنون ہوں۔

ترتیب جدید:

ترتیب جدید میں ہم نے ''جامع فتویٰ'' کو اصل مان کر فتوے کا اردو متن، علمائے ہند و پاک کی تصدیقات، مولانا سید عبدالسلام باندوی اور آزاد بن حیدر کی تحریریں اسی سے لی ہیں۔ شاہ سعود کے نام مولانا بدایونی کا خط اور علمائے مصر و شام کی تقاریظ اور تصدیقات الجواب المشکور سے لی گئی ہیں، یہ مواد چونکہ عربی میں تھا، اصل عربی متن شامل کتاب کرنے کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی اس لیے اس کا صرف اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

کتاب کی ترتیب جدید اور ترجمے کا کام عزیزم مولانا دلشاد احمد قادری (مدرس مدرسہ قادریہ) نے انجام دیا ہے، اس سے پہلے بھی وہ کئی اہم کتابوں کی تخریج و تحقیق کا کام کر چکے ہیں اور اس وقت بھی اپنے تحقیقی کام میں مصروف ہیں۔ رب قدیر عزیز موصوف کو دارین کی برکات عطا فرمائے اور ان کو دین متین کی مزید خدمات کی توفیق ارزانی فرمائے۔

الجواب المشکور کا اردو ترجمہ اور کمپوزنگ ۲۰۰۹ء ہی میں ہوگئی تھی، جشن زریں کے موقع پر اکیڈمی جو ۵۰/ کتابیں منظر عام پر لانے والی تھی ان میں یہ کتاب بھی شامل تھی، اس لیے باقی کتابوں کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ٹائٹل شایع ہوگیا تھا، مگر کسی وجہ سے کتاب اس وقت شایع نہیں ہو پائی، پھر اس کا کام التوا میں پڑ گیا۔ اللہ رب العزت کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، یہ اسی کی شان ہے کہ وہ شر میں بھی خیر کا پہلو پیدا کر دیتا ہے۔ ۲۰۰۹ء میں کتاب کی اشاعت نہ ہونا ہی بہتر ہوا، کیوں کہ اُس وقت میرے پیش نظر صرف الجواب المشکور تھی، مجھے ''جامع فتویٰ''، سفر نامہ اور وفد حجاز کی رپورٹ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا، یہ تینوں اہم چیزیں ابھی چند ماہ پہلے ہی دستیاب ہوئی ہیں، اگر اس وقت کتاب شایع ہوگئی ہوتی تو کتاب اور ہمارا مقدمہ دونوں ادھورے رہتے۔

رب قدیر و مقتدر اس کتاب کو اسلام و سنیت کے لیے نافع بنائے۔ تاج الفحول اکیڈمی کی ان دینی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور اراکین ادارہ کو دین و سنیت کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسید الحق قادری
خانقاہ قادریہ بدایوں

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
۲۱/ مارچ ۲۰۱۳ء

ازلسان الحسان مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری

(وفات:۱۹۷۰ء)

حضرتِ مولانا عبدالحامدِ عالی وقار
ملت حق، اہل سنت کے ہیں مخلص رہنما

آپ سنی، قادری، عینی، معینی شیخ ہیں
ہیں سوادِ اعظم و دین مبیں کے مقتدا

آپ کے جَد نے بہادر شاہ کے فرمان پر
اعتقادی مسئلوں پر ایک فتویٰ تھا لکھا

مَیں نے یہ فتویٰ لکھا ہے 'اکمل التاریخ' میں
سو برس کے بعد پھر وہ عہد سابق آ گیا

سعی مولانا سے پھر لکھا گیا فتویٰ جدید
تھی ضرورت جس کی اس دوران میں بے انتہا

عالم اسلام کے کل مفتیان باوقار
متفق جس پر ہیں، یہ فتویٰ ہے وہ حق آشنا

کاش اس فتوے پہ ہو مکے مدینے میں عمل
قبریں اصحاب نبی کی پھر بنیں رب العلا

ہم کو احکام شریعت پر چلا ربِ کریم
ہوں ہماری سمت رحمت کی نگاہیں اے خدا

بارور ہو سعی مولانا خدائے مقتدر
کاش ہو ان کو عطا اس سعی پیہم کا صلہ

ہے اگر سالِ طباعت کا تخیل ذہن میں
مجمعِ اخلاق فتویٰ کہیے اس کو اے ضیا

۱ ۸ ۳ ۱ ھ

ایک ضروری یادداشت

از: الحاج مولانا سید عبدالسلام صاحب قادری باندوی
سجادہ نشین سلسلۂ عالیہ قادریہ

جاننے والے جانتے ہیں کہ سابق میں حکومت سعودیہ عربیہ کے بعض ناعاقبت اندیش ملازمین نے مزارات صحابہ واہل بیت اطہار کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور کس طرح عالم اسلام کے جذبات مجروح ہوئے۔

عرصے سے یہ بات بھی دیکھی جارہی ہے کہ حرمین شریفین میں سرکاری واعظین معمولات و عقائد اہل سنت پر شدید و رکیک حملے کرتے ہوئے اعلانات کرتے ہیں کہ استعانت قبور کو جائز کہنے والے لوگ کافر ومشرک ہیں جن کے پاس شرعاً کوئی دلیل نہیں۔اس لیے حضرت علامہ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری بدایونی مدظلہ العالی نے محنت شاقہ فرما کر ایک فتویٰ مرتب فرمایا۔ پاک و ہند کے علمائے کرام نے اس کی تصدیقات وتوثیقات فرمائیں، زاں بعد حضرت علامہ بدایونی نے اپنے چند افراد واحباب کے ساتھ بعد ادائے حج عالم اسلامی کا دورہ فرمایا، مقام مسرت ہے کہ شام، دمشق، مصر، ایران اور عراق کے حضرات علمائے کرام نے اپنی اپنی رائیں ثبت فرمائیں جو عربی و فارسی فتوے کے ساتھ شامل ہیں۔مطبوعہ فتاویٰ جلالۃ الملک المعظم سلطان السعود والیِ نجد وحجاز کی خدمت گرامی میں روانہ کیے جائیں گے، ان فتاویٰ میں علمائے اہل سنت نے اپنے معتقدات کی تائید میں الحمدللہ کافی سے زیادہ دلائل جمع کردیے ہیں۔کاش علمائے نجد وحجاز ان کا مطالعہ فرما کر صحیح اقدامات فرمائیں۔

بحیثیت مسلمان پاک و ہند و عالم اسلامیہ کے مسلمانوں کا بھی حرمین شریفین میں وہی حق ہے جو حکومت حجاز کو حاصل ہے۔علمائے پاک و ہند حکومت سعودیہ عربیہ کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے، لیکن اس کا اُنہیں حق ہے کہ ان کے عقائد و مذہبی معاملات میں سعودیہ عربیہ کے افراد مداخلت نہ کریں۔

ہمارے مطالبات

۱۔ گنبدِ خضرائے مقدسہ کے پرانے اور بوسیدہ پردے تبدیل کر کے مصر سے آئے ہوئے پردے وغلاف ڈالے جائیں۔

۲۔ بقیع شریف، احد شریف، جنت المعلیٰ میں حضرات صحابہ کرام، حضرات اہل بیت عظام، اولیائے انام کی منہدم شدہ قبور کو از سرِ نو پختہ کر کے قبور پر کتبے لگائے جائیں، جس پر ہر بزرگ کا نام وتاریخ وصال درج ہو۔ خصوصاً [مزارات] سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، حضور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو پختہ کرایا جائے۔ جو حضرات ضریحات لگانا چاہیں انہیں اس کی اجازت ہونی چاہیے۔

۳۔ جو امور ومسائل شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں ان کی ممانعت نہیں ہونی چاہیے۔

۴۔ مسلمانوں کو اس کی عام اجازت ہونی چاہیے کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق مزارات شریفہ پر حاضر ہوں۔

۵۔ حکومت سعودیہ عربیہ نے جس طرح مسجد نبوی کی توسیع اور حرم کعبہ کی تعمیر وتزئین پر کروڑہا روپیہ خرچ کر کے عالم اسلامیہ کی ہمدردیاں حاصل کیں اسی طرح اس کا یہ بھی فریضہ ہے کہ قبور شریفہ کو پختہ کرائے، اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تو پاک و ہند کے افراد کو اجازت دے کہ وہ اپنے اہتمام سے تعمیر کرا دیں۔

۶۔ حضرات اہل سنت کے معمولات وعقائد میں کسی قسم کی رُکاوٹ نہ ہونا چاہیے۔

۷۔ حرمین شریفین میں واعظین وعلمائے حرم کی ان تقاریر کو بند کیا جائے جو وہ کھلے بندوں طبقۂ اہل سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

امید ہے کہ ہمارے مخلصانہ مشوروں کو قبول فرمایا جائے گا۔

فقیر عبد السلام قادری باندوی
سجادہ نشین سلسلہ عالیہ قادریہ

مکتوب مولانا عبدالحامد بدایونی
بنام
شاہ سعود بن عبدالعزیز آل سعود

الحمد لله رب العالمین ،والصلوٰة والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین صلی اللّٰه علیه واٰله واصحابه اجمعین۔

بہ خدمت صاحب الجلالہ شاہ سعود بن عبدالعزیز آل سعود
(بادشاہ مملکت عربیہ سعودیہ)

بعد ما ہوالمسنون!

مَیں آپ کی خدمت میں کچھ معاملات اس یقین واعتقاد کے ساتھ پیش کررہا ہوں کہ آپ مقام رسالت مآب ﷺ کی تعظیم وتکریم کرنے میں لوگوں میں سب سے زیادہ کوشاں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو حرمین شریفین کی حفاظت وصیانت کا شرف عطا فرمایا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جو بات اس سے متعلق ہو اور جس کو وہ حق سمجھتا ہو آپ کے حضور پیش کرے اور اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ، ائمہ مسلمین اور عامۃ الناس کے لیے جو دینی خیر خواہی اس سے مطلوب ہے اسے بخوبی ادا کرے۔

بادشاہ محترم!

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کچھ ایسے امور ظہور پذیر ہوئے ہیں جن کے سبب ہر مسلمان کا دل بے چینی و بے قراری کا شکار ہے، حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنے والی ہر آنکھ خون کے آنسو رو رہی ہے۔

وہ حجرۂ نبوی جو بہ اتفاق امت روئے زمین کا سب سے بہتر حصہ ہے اور اس میں وہ ذات گرامی آرام فرما ہے جو ہر اس چیز سے اشرف واعلیٰ ہے جسے عدم سے وجود نصیب ہوا اور وہ ذات اطہر مسلمانوں کے ہر شاہد ومشہود سے مکرم ومعزز ہے یہ حجرۂ مبارک اس شاہراہ پر واقع ہے جو آمد و

رفت کے لیے کھلی ہے، وہیں پر عدالت، لائبریری اور امام حرم کا گھر تعمیر کیا گیا ہے۔ اسی سڑک پر موٹر گاڑیاں برق رفتاری سے دوڑتی ہیں، حرم نبوی شریف کے امام کی گاڑی انہیں لے کر اسی شاہراہ پر دوڑتی نظر آتی ہے، نیز پا پیادہ اور غافل لوگ وہاں لہو ولعب کے آلات کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کرتے ہوئے بھاگتے ہیں۔ یہ آواز نہ صرف یہ کہ عبادت کرنے والوں اور زیارت کرنے والوں کو تکلیف پہنچاتی ہے، بلکہ نبی مکرم ﷺ کی ذات اطہر کے لیے بھی باعث تکلیف ہے، وہ نبی جو خاتم النبیین ہیں، مقام محمود پر فائز اور حوض کوثر کے مالک ہیں، آپ کو اس دن شفاعت عظمی کا تاج پہنایا جائے گا جب لوگ مالک الملک کے روبرو پیش ہوں گے اور ہر انسان کے گلے میں اس کے عمل کی کتاب لٹکا دی جائے گی، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا (اور وہ سب سے سچی بات کہنے والا ہے) کہ:

> ہر انسان کا نوشتہ ہم نے اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور ہم اس کے لیے روز قیامت ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ اپنے سامنے کھلا ہوا پائے گا، (پھر اس سے کہا جائے گا کہ) اپنا دفتر عمل پڑھ، آج تو خود اپنی باز پرس کے لیے کافی ہو۔

اے صاحب جلالت وعظمت!

کوئی امام آپ کے لطف وکرم کی وجہ سے خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ حاصل کر لے مگر وہ حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کے مقام ومرتبے تک نہیں پہنچ سکتا جو اللہ کے رسول ﷺ کی محبوب زوجہ مطہرہ ہیں، جنہوں نے جبریل امین کو دیکھا اور سید الملائکہ نے آپ کو سلام پیش کیا ہے، آپ خود ارشاد فرماتی ہیں کہ ''حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے میرے علاوہ جبریل امین کو نہیں دیکھا''، تمام ازواج مطہرات میں صرف آپ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے بستر مبارک پر وحی الہی نازل ہوئی، آپ وہی ہیں جن کے بارے میں حضرت امام زہری فرماتے ہیں کہ ''اگر حضرت عائشہ کے ساتھ تمام عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم افضل واعلیٰ ہوگا''، آپ وہی ہیں جن کے بارے میں حضرت عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں

کہ ''حضرت عائشہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور ان میں رائے کے اعتبار سے احسن ہیں''، آپ وہی ہیں جن کے بارے میں ابوعمر ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ''حضرت عائشہ علم فقہ، علم طب اور فن شعر تینوں علوم میں یکتائے روزگار تھیں''، آپ وہی ہیں کہ جب صحابہ کرام کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو اس کا حل انہیں آپ ہی کے پاس ملتا۔ امام ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی حدیث میں اشکال پیدا ہوتا تو ہم اس کا علم حضرت عائشہ کے پاس پالیتے''۔ بلاشک وشبہ آپ ہی کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''تم اپنا آدھا دین حمیرا (یعنی حضرت عائشہ) سے اخذ کرو''۔ حضرت مسروق کہتے ہیں کہ ''مَیں نے رسول اللہ ﷺ کے اجلۂ صحابہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم میراث کے بارے میں سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔ ابن حزم نے جب ان صحابہ کے نام ذکر کیے جن سے احکام کے متعلق فتاویٰ بہ کثرت مروی ہیں تو آپ نے حضرت عائشہ کو تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم پر مقدم رکھا۔

لہٰذا مَیں (مولانا عبدالحامد بدایونی) کہتا ہوں کہ حرم نبوی کے امام اور ان کے مہمان نبی کریم ﷺ کے مقام و مرتبے کو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ نہیں جانتے، جب کسی کے کھڑاؤں کی آواز آئی تو آپ نے ان غافلین کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی آرام گاہ میں تکلیف پہنچائی ہے'' اور اِن گاڑیوں وغیرہ کا شور اس بڑھئی کے شور و پکار سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے جو کسی دروازے کو صحیح کر رہا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کو ڈانٹ دیا تھا، یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسے جنت البقیع کی طرف لے گئے تا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے دور (یہ شور و پکار والا) کام کرے۔

حرم نبوی کے امام اور ان کے مہمان نبی کریم ﷺ کے مقام و مرتبے کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں جانتے، جن کی یہ شان تھی کہ آپ جس راستے پر چلتے شیطان اسے چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا، آپ امت مسلمہ میں محدث و ملہم کے منصب عظیم پر فائز ہیں، قرآن عظیم انیس مقامات پر آپ کی منشا کے مطابق نازل ہوا۔ آپ وہی ہیں کہ جب آپ نے رسول

اللہ ﷺ کی مسجد میں دو شخصوں کو دیکھا جو زور زور سے باتیں کر رہے تھے تو آپ نے ان سے ان کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا وہ دونوں مسافر ہیں، آپ نے ان سے فرمایا ”اگر تم دونوں مسافر نہ ہوتے تو مَیں اس دُرّے سے تمہاری خبر لیتا“۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، بے شک جو رسول اللہ (ﷺ) کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں ان ہی لوگوں کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے خاص کر لیا ہے، انہی کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

گویا حضرت فاروق اعظم حضور ﷺ کے حق میں بعد وصال بھی ادب و تعظیم ویسا ہی واجب سمجھتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں تھا۔

اے صاحب جلالت!

وہ مَیلا اور بوسیدہ پردہ جو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے قریب پیتل کی جالی پر پڑا ہوا ہے، اسے پڑے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا مگر اسے نئے پردے سے نہیں بدلا گیا، حالاں کہ وہ نور ایمان سے معمور دلوں کو صاحب قبر ﷺ کی جانب کھینچتا ہے۔ اجلۂ علمائے کرام کے متعدد فتوے اور ان کے درست و صحیح اقوال موجود ہیں جنہوں نے کعبے کے پردے پر قیاس کرتے ہوئے قبر انور پر پردے ڈالنا جائز قرار دیا ہے۔ یہ فتویٰ جو آپ کی خدمت میں ارسال کیا جا رہا ہے اس میں بھی آپ ان اقوال علما کو دیکھیں گے۔ نیز اس میں آپ اس چیز کو ملاحظہ کریں گے جو مقام رسول ﷺ کے لیے لازم و ضروری ہے۔

آپ کے متعلق ہمارا یہی حسن ظن ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں اور ہر اس چیز کی پیروی کرنے والے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی عظمت و مقام کے لائق ہے، لیکن

آپ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں شرعی دلیل پیش کی جائے، تو مَیں امید کرتا ہوں کہ جو کچھ اس فتوے میں لکھا گیا ہے وہ اس شخص کے لیے کافی ہے جو ہمہ تن گوش ہو کر سنے۔

ہم آپ کی جانب سے درج ذیل باتوں کے منتظر ہیں:

(۱) جنت البقیع، جنت المعلیٰ اور احد میں صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور ائمہ کرام کی قبریں دوبارہ بنائی جائیں، ساتھ ہی ان حضرات کی قبروں پر ان کے نام کی تختیاں لگائی جائیں۔

(۲) بلند پتھر رکھ کر موٹر گاڑیوں کے لیے اس سڑک کو بند کر دیا جائے تا کہ وہ گاڑیاں باب السلام سے آگے داخل نہ ہوں جو عدالت کے دروازے کے سامنے ہے۔ اسی طرح گاڑیوں کا دخول باب عمر، باب مجید اور باب عثمان کے صحن میں بھی بند کر دیا جائے۔ نیز حرم نبوی کے ارد گرد ہارن وغیرہ کے استعمال پر بند کر دیا جائے۔

(۳) از سر نو پردے بنا کر حضور ﷺ کے روضے پر ڈالے جائیں جو دلوں میں عظمت اور خوشنمائی پیدا کریں، تا کہ یہ دلالت کریں کہ آپ اللہ سبحانہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سرشار۔

(۴) ان جاہل خطبا کو وعظ گوئی سے منع کیا جائے جو ائمہ اربعہ پر لعن طعن کرتے ہیں، اپنے خطبات میں تقلید کا انکار کرتے ہیں اور حرم نبوی شریف میں بھی کچھ پاس و ادب نہیں کرتے۔

ان شاء اللہ ان امور کے سبب اللہ آپ کی بے دین دشمنوں پر مدد کرے گا اور آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

آپ کا خیر خواہ

محمد عبد الحامد البدایونی

صدر انجمن تبلیغ اسلام، جمعیۃ علمائے پاکستان

کراچی پاکستان

۲۹ رمحرم الحرام سنہ ۱۳۸۱ھ

۱۳ر جولائی ۱۹۶۱ء

مقدمہ

علامہ شیخ محمود حسن ربیع

استاذ ازہر شریف (قاہرہ، مصر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین

وبعد!

فاضل جلیل حضرت شیخ عبدالحامد بدایونی صدر جمعیت علمائے پاکستان کی خدمت میں مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے گئے:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ازروئے شرع صحابۂ کرام، رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت عظام اور اس امت کے اولیائے ذوی الاحترام کی پختہ قبریں بنانا، ان پر گنبد تعمیر کرنا، چادریں ڈالنا اور ان کی قبروں کے پاس چراغاں کرنا کیسا ہے؟ نیز ان حضرات کے مزارات کی زیارت اور انہیں سلام کرنا کیسا ہے؟

علامہ عبدالحامد بدایونی نے مذکورہ بالا سوالات کے وہ جوابات عنایت فرمائے جو سینوں کو ٹھنڈک، دلوں کو راحت اور عقل کو اطمنان بخشنے والے ہیں۔ یہ فتویٰ مقدمے کے بعد ان شاء اللہ آپ کے باصرہ نواز ہوگا۔

انہوں نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ مَیں ان کے فتوے پر ایک مقدمہ تحریر کروں، مَیں ان کے اس حسن اعتماد پر مشکور وممنون ہوں۔ مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ زیر نظر صفحات میں مَیں ان باتوں کے علاوہ کچھ لکھوں جن کو مَیں اپنی تصانیف اور مضامین میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں، خصوصاً اپنی کتاب ''کشف الشبهات عن اهداء القرأة و سائر القرب للاموات'' میں مَیں نے ان مسائل پر بہت شرح وتفصیل سے لکھا ہے۔ اس قسم کے مسائل ماضی میں بھی اور آج بھی لوگوں کے درمیان افتراق وانتشار کا سبب بنتے رہے ہیں۔ کبھی ان مسائل کی وجہ سے خوں ریزی کی نوبت بھی آجاتی ہے، حالاں کہ اسلام ایسے لوگوں اور اس قسم کی خوں ریزی سے بالکل بری ہے۔

ایک مومن اُس جماعت کے ساتھ کتنا ہی حسن ظن سے کام لے جس نے مسلمانوں کی جماعت اور سواد اعظم سے خروج کیا ہے لیکن اس کا حسن ظن اس خیال پر غالب نہیں آ سکتا کہ زائرینِ قبور اور عمارت بنانے والوں پر نکیر کرنے والوں کا مقصد حقیقی مسلمانوں کے دل سے ایمان کو جڑ سے اکھاڑ دینا ہے، اس مقصد کے تحت کہ اسلام میں نہ کوئی ولی مقرب رہے، نہ کوئی عالم قابل تعظیم اور نہ ہی کوئی عارف مکرم و معظم، اس سے تو دینِ اسلام ایک عام اور سطحی دین ہو جائے گا جو دلوں سے بہ آسانی نکل جائے گا اور روحوں سے یکسر ختم ہو جائے گا۔ اگر ایسا نہیں تو پھر اس قوم کا کیا ہوگا جو کوئی بات نہیں سمجھتی۔

علامہ نجم الدین الغیطی سے بعض قبور مملوکہ کو دیواروں سے گھیرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

> اگر گھیرنے سے مراد قبر کے ارد گرد گھر یا گنبد وغیرہ بنانا ہے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، جب کہ زمین عمارت تعمیر کرنے والے کی ملکیت میں ہو، لہٰذا جس طرح قبر پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے ٹھیک اسی طرح اسے عمارت سے گھیرنا بھی مکروہ ہے۔
>
> امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ:
>
> ''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا''
>
> ایک دوسری صحیح روایت میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو تعمیر کرنے سے منع فرمایا''۔ لیکن جب قبر پر آدمی یا قبر بجو وغیرہ کا خوف ہو یا سیلاب میں غرق ہونے اور میت کے ظاہر ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس پر بلا کراہت عمارت بنانا جائز ہے۔ البتہ مُسبلة قبرستان میں عمارت تعمیر کرنا حرام ہے اور اسے منہدم کر دیا جائے گا جیسا کہ مجموع وغیرہ کتب میں ہے۔ اگر چہ عزیزی اور روضہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ مُسبلة قبرستان میں عمارت بنانا مکروہ ہے اور مُسبلة سے مراد وہ جگہ ہے جو عوام الناس کے دفن کے واسطے متعین کی گئی ہو، وہ وقف کی جگہ نہ ہو کیوں کہ موقوفہ زمین میں عمارت بنانا قطعاً حرام ہے۔

قارئین محترم! آپ دیکھ رہے ہیں کہ زیر بحث مسئلے نے موقوفہ زمین میں بھی حرمت سے

آ گے تجاوز نہیں کیا۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، ایسے مسئلے میں اس شخص پر حتمی طور پر نکیر کرنا اور جس نے قبر پر عمارت بنائی اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا درست نہیں ہے۔ جس کی وضاحت آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔ قبروں اور گنبدوں کو بت اور زائرین قبور کو مشرک کہنے والوں کا یہ غلو ایک فریب ہے، جس کا اوّلاً شیطان نے قصد کیا پھر اس فرقے کی طرف القا کر دیا، یہ فرقہ اس فریب میں اپنی تھوڑی تک غرق ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

حق بات یہ ہے کہ قبروں پر عمارت بنانے، ان کی زیارت کرنے، ان کو برکت کی خاطر چھونے اور ان کا بوسہ لینے والوں کی تکفیر کرنے کے دعوے میں اس فریق کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے یہ دعوے مردود ہیں۔

اس امت کے بہت سے ائمہ کرام نے صالحین کی قبروں کو چھونے، بوسہ لینے اور ان پر رخسار ملنے کو مباح قرار دیا ہے، یہاں تک کہ برکت حاصل کرنے کے ارادے سے ان کے آستانوں کی چوکھٹ کو چومنا جائز قرار دیا ہے، البتہ بعض ائمہ کرام نے ان امور سے منع کیا ہے، لیکن انھوں نے ان امور کو صرف مکروہ کہا ہے، حرام کا حکم بھی نہیں لگایا چہ جائے کہ ان کو کفر قرار دیتے۔ بغیة المسترشدین میں ہے کہ:

> حافظ عراقی نے فرمایا کہ برکت حاصل کرنے کے قصد سے مقامات مقدسہ کو چومنا، صالحین کی دست بوسی اور قدم بوسی کرنا مقصد اور نیت کو دیکھتے ہوئے مستحسن و محمود ہے۔

علامہ محمد بن سلیمان کردی مدنی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:

> احادیث صحیحہ اور آثار صریحہ مقامات مقدسہ کو چومنے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بات منقول ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تھے تو منبر رسول ﷺ کے اس حصے کو چھوتے جس کو نبی کریم علیہ السلام اپنے دست مبارک سے پکڑا کرتے تھے۔

علمائے مناسک نے صراحت فرمائی ہے کہ رکن یمانی کو بھی چھونا اور بوسہ لینا سنت ہے، جس میں حجر اسود بھی نصب نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ (وہابی) لوگ کہتے ہیں کہ حجر اسود کے علاوہ کسی

اور چیز کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔ایک روایت میں ہے اگر چہ اس کی سند ضعیف ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے رکن یمانی کو چھوا اور اس کو چوما۔

اور یہ بات محدثین وفقہا کے نزدیک ثابت شدہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث اپنی شرطوں کے ساتھ معمول بہ ہے۔حدیث مذکور کی تائید وتوثیق بہت سے صحابہ کرام کے فعل سے بھی ہورہی ہے۔امام حاکم نیشاپوری نے روایت بیان کی اور اس کو صحیح قرار دیا (اگر چہ دیگر حضرات نے اسے ضعیف مانا ہے) کہ:

نبی کریم ﷺ نے رکن یمانی کا بوسہ لیا اور اس پر اپنے رخسار مبارک کو رکھا۔

بعض حضرات نے اس حدیث کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجر اسود کو چومنے پر محمول کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کتاب الام'' وغیرہ میں فرمایا کہ:

بیت اللہ کے کسی بھی گوشے کو چومنا بہتر ہے، لیکن اتباع رسول ﷺ زیادہ پسندیدہ ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے مؤطا میں فرمایا:

مَیں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کررہا ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ جب اپنے ہاتھ کو رکن یمانی سے اٹھائے تو اس ہاتھ کو اپنے ہونٹوں پر رکھ لے۔

امام زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ابن ابی صیف یمانی شافعی سے مصحف قرآن اور قبور صالحین کو چومنے کا جواز منقول ہے۔

علامہ سید سمہودی کی خلاصۃ الوفا میں ہے:

اسماعیل تیمی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ابن منکدر کو صمات کی بیماری ہوگئی تو وہ کھڑے ہوتے اور اپنے رخسار کو نبی کریم ﷺ کی قبر پر رکھ دیتے، اس سلسلے میں جب انہیں ٹوکا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے وسیلے سے شفا حاصل کررہے ہیں۔

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر صبح قرآن کریم کو لیتے اور اسے چومتے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ قرآن کو چومتے اور اپنے چہرے پر اسے ملتے۔

اور یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ہاتھ کو حضور ﷺ کی قبر انور پر رکھتے تھے۔ نیز سند جید کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب ملک شام سے حضور ﷺ کی زیارت کے لیے آئے تو رونے لگے اور اپنے چہرے کو صحابہ کی موجودگی میں حضور انور ﷺ کی قبر شریف پر ملنے لگے اور کسی صحابی نے ان کے اس فعل پر نکیر نہیں فرمائی۔

ایسا ہی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کیا جس وقت وہ سرزمین روم سے آئے (یعنی اپنا چہرہ قبر انور پر رکھا۔ جب لوگوں نے اس بارے میں ملامت کی تو) آپ نے ملامت کرنے والوں سے فرمایا کہ تمہیں عاشقوں کے طرز عمل سے کس نے ناواقف کر دیا۔ پھر آپ نے گویا زبان حال سے فرمایا:

أمر علی الدیار دیار سلمی أقبل ذا الجدار و ذا الجدار
و ما حب الدیار شغفن قلبی و لکن حب من سکن الدیار

ترجمہ: مَیں دیارِ سلمی پر گزرتا ہوں، کبھی اس دیوار کو اور کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں۔ دیار کی محبت میرے دل میں جاگزیں نہیں ہوئی ہے بلکہ دیار میں رہنے والے کی محبت میرے دل میں بس گئی۔

امام حمیدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین اور سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ چھڑی سے حجر اسود کی جانب اشارہ فرماتے اور اس چھڑی کو چوم لیتے تھے۔

اب یہ لوگ غور و فکر کریں کہ حضور ﷺ چھڑی کا بوسہ کیوں لیتے تھے؟ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس چھڑی سے حجر اسود کی جانب اشارہ فرمایا تھا۔

شیخ منصور البھوتی حنبلی (جن کی جلالت شان اور قدر و منزلت تیرے لیے کافی ہے) کتاب 'الاقناع' کے حاشیے میں فرماتے ہیں کہ:

ابراہیم حربی جو امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے حجرۂ مبارکہ کو چومنا مستحب ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

صالحین اور اولیائے کرام کے مزارات پر چادریں، عمامے اور کپڑے وغیرہ چڑھانے کو فقہائے کرام نے مکروہ کہا ہے۔ فتاوی الحجہ میں ہے کہ "قبروں پر چادریں ڈالنا مکروہ ہے"۔ لیکن ہم (یعنی علامہ شامی) کہتے ہیں اگر چادریں وغیرہ چڑھانے سے عام لوگوں کی نگاہ میں ان کی تعظیم مقصود ہو تاکہ وہ لوگ اس صاحب قبر کو جس پر چادر چڑھائی گئی ہے حقیر و معمولی نہ سمجھیں اور غافل زائرین کے دلوں میں خشوع اور ادب میں اضافہ ہو تو یہ جائز ہے اس سے روکنا مناسب نہیں کیوں کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہ چیز ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

چادر وغیرہ ڈالنا اگرچہ بدعت ہے جو سلف میں نہیں تھی لیکن یہ فقہا کے اس قول کی قبیل سے ہے جو کتاب الحج میں ہے کہ "طواف وداع کے بعد مسجد حرام سے باہر نکلنے تک الٹے پیر لوٹے" کیوں کہ اس میں بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ منہاج السالکین میں مذکور ہے کہ لوگ طواف کے بعد جو الٹے پیر لوٹتے ہیں اس کے متعلق نہ کوئی سنت مروی ہے اور نہ کوئی اثر صحابی اس کے باوجود ہمارے اصحاب نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کی کتاب 'کشف النور عن اصحاب القبور' میں ہے۔

رہا آثار نبی ﷺ سے حصول برکت تو تم اس کے بارے میں خوب گفتگو کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حاشیہ الایضاح سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ ایضاح نے حضور علیہ السلام کی قبر مبارک چھونے اور اس کا بوسہ لینے کو منع کیا تو علامہ عز ابن جماعہ نے امام احمد بن حنبل کے اس قول کی روشنی میں اس پر اعتراض کیا کہ "حضور انور ﷺ کی قبر مبارک کو چھونے اور بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں"۔ اور (عز بن جماعہ نے) محبّ طبری اور ابن ابی الصیف کے اس قول سے معارضہ کیا کہ

(محبّ طبری اور ابن ابی صیف فرماتے ہیں) ''قبر مبارک کا بوسہ لینا اور اسے چھونا جائز ہے اور اسی پر علمائے صالحین کا عمل ہے''۔اور (عز بن جماعہ نے) امام تقی الدین سبکی کے اس قول سے (معارضہ کیا) کہ'' قبر شریف کے نہ چھونے پر امت کا اجماع نہیں ہے''۔ پھر آپ (عز بن جماعہ) نے مروان بن حکم کے آنے کی حدیث ذکر کی ہے جس میں ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی قبر شریف پر چپٹا ہوا تھا اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ شخص حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

یہ بات بھی صحت کے ساتھ منقول ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کے بچے ہوئے پانی پر جمع ہو جاتے اور اس پانی سے برکت حاصل کرتے اور جب حضور ناک صاف کرتے یا تھوکتے تو صحابہ اسے لے لیتے اور برکت کی غرض سے اسے بدن پر مل لیتے تھے۔

امام بخاری اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے پاس آئے پھر اپنی قوم کی جانب لوٹے تو اہل مکہ سے کہا:

> اے میری قوم! مَیں قیصر و کسریٰ اور نجاشی بادشاہوں کے پاس بھیجا گیا ہوں، مَیں نے وہاں کسی کو نہیں دیکھا جو کسی کی ایسی تعظیم و تکریم کرتا ہو جیسا محمد (ﷺ) کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں، وہ جب ناک صاف کرتے ہیں تو وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور اسے اپنے چہروں پر مل لیتے ہیں، جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے صحابہ آپ کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اس پانی سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کو ان باتوں سے منع نہیں فرمایا۔صحابہ کرام کے ادب کا عالم یہ تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی جانب ٹکٹکی باندھ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔

امام بخاری اور دیگر محدثین کرام کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ جب آں حضرت ﷺ اپنے سر مبارک کا حلق کراتے تو صحابہ کرام بال کاٹنے والے کے اردگرد جمع ہو جاتے اور حصول

برکت کی نیت سے ان بالوں کو اپنے درمیان تقسیم فرما لیتے اور آپ ﷺ نے صحابہ کے اس فعل پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

امام بخاری اور دیگر محدثین کے نزدیک یہ بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت عباس کے حوض پر تشریف لائے تا کہ اس سے پانی پئیں تو حضرت عباس نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کے لیے گھر سے دوسرا پانی لائیں جو اس پانی کے علاوہ ہو جس سے لوگ پیتے ہیں، اس لیے کہ حضرت عباس نے لوگوں کے استعمال شدہ پانی کو گندہ سمجھا اور آپ سے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ اس پانی کو دیگر ہاتھوں نے چھوا ہے ہم آپ کے پاس دوسرا پانی لاتے ہیں'' تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں مَیں مسلمانوں کی برکت اور اس چیز کو چاہتا ہوں جس کو ان کے ہاتھوں نے چھوا ہے''۔

جب آپ ﷺ یہ بات فرما رہے ہیں تو پھر دوسروں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ہر مسلمان کے لیے نور اور برکت ہے اور ہم غیر اللہ کی تاثیر کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں۔

امام شعرانی 'المیزان الکبریٰ' میں لکھتے ہیں:

> سیدی علی الخواص بعض اوقات اسی برتن سے وضو کرنے کا قصد فرماتے جس سے وضو کرنے والوں کے وضو کا پانی بہتا تھا اور آپ فرماتے مَیں اس سے وضو کر کے مسلمانوں کے آثار سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

اے عقل والو! غور و فکر کرو کہ صالحین کے آثار سے برکت طلب کی جاتی ہے اور اس میں نہ شرک ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی حرمت ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ شفا شریف میں لکھتے ہیں:

> روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھتے پھر ہاتھ کو اپنے چہرے پر رکھتے (یعنی ہاتھ سے چہرے پر مسح کرتے) اس چیز سے حصول برکت کے لیے جس سے نبی کریم ﷺ کا جسم اطہر اور آپ کے کپڑے مس ہوئے تھے۔

شہاب کہتے ہیں کہ:

> اس روایت کو ابن سعد نے نقل کیا ہے اور یہ روایت انبیا و صالحین کے آثار اور

ان سے متعلق چیزوں کے ساتھ حصول برکت کے جواز پر دلالت کررہی ہے جب کہ کسی فتنے اور کسی عقیدے کے فساد کا اندیشہ نہ ہو۔

اسی پر اس روایت کومحمول کیا جائے گا جس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اس درخت کو کاٹ دیا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی تا کہ لوگ اس کی وجہ سے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لیے کہ وہ عہد جاہلیت سے قریب تھے، لہٰذا ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔عصر حاضر کے ان جاہلوں کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جنہوں نے اس طرح کی باتوں (یعنی انبیا علیہم السلام اور صالحین کے آثار سے برکت) کا انکار کیا ہے اور اسی معنی میں مندرجہ ذیل شعر ہیں فرمایا:

امر علی الدیار دیار سلمی أقبل ذا الجدار و ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیار

(ترجمہ: مَیں دیارِ سلمی پر گزرتا ہوں، کبھی اس دیوار کو اور کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں۔دیار کی محبت میرے دل میں جاگزیں نہیں ہوئی ہے بلکہ دیار میں رہنے والے کی محبت میرے دل میں بس گئی)۔

آثار نبی ﷺ سے حصول برکت کی غرض سے امام مالک علیہ الرحمہ مدینہ منورہ میں کسی سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے اس امید پر کہ آپ کا جسم اس مٹی سے مس ہو جائے جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تھے۔ نیز آں حضرت ﷺ کی تعظیم کے سبب بھی آپ ایسا کرتے تھے جیسا کہ آپ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں ''مَیں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں کہ مَیں اس مٹی کو چوپائے کے کھر سے روندوں جس میں حضور ﷺ آرام فرما ہوں''۔

حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ حضور ﷺ کا وہ جبہ ہے جو حضرت عائشہ کے پاس تھا جب حضرت عائشہ کا

وصال ہو گیا تو مَیں نے اسے لے لیا، ہم اسے مریضوں کے لیے دھوتے ہیں (یعنی اس جبے کو دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں) اور اس سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن موہب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری بیوی نے حضرت ام سلمہ کے پاس پانی کا ایک پیالہ لے کر بھیجا تو حضرت ام سلمہ چاندی کی ایک شیشی لائیں جس میں حضور نبی کریم ﷺ کا موئے مبارک تھا جب کسی آدمی کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور بیماری ہوتی تو ایک برتن حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا جاتا، آپ اس میں موئے مبارک کو ڈبوتیں اور وہ آدمی اسے پی لیتا، مَیں نے شیشی میں غور سے دیکھا تو اس میں چند سرخ بال دیکھے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت سہل بن سعد سے منقول ہے کہ آپ نے حضور انور ﷺ سے ایک چادر شریف مانگی جس کو حضور زیب تن فرمائے ہوئے تھے، تو صحابہ نے سہل بن سعد کو حضور ﷺ سے چادر طلب کرنے پر ملامت کی، تو آپ نے کہا "مَیں نے آپ ﷺ سے چادر کا سوال اس لیے کیا ہے تاکہ اس میں مجھے کفن دیا جائے"۔ ابو غسان کی روایت میں ہے کہ حضرت سہل بن سعد نے کہا "مَیں حضور ﷺ کی اس زیب تن کی ہوئی چادر کی برکت کا طلب گار ہوں، شاید اس میں مجھے کفن دیا جائے"۔ حضرت سہل بن سعد کی مراد یہ تھی کہ یہ چادر ان کی قبر میں اللہ رب العزت کی رحمت کا سبب بنے تاکہ ان سے اس چادر کی برکت کے باعث عذاب الٰہی دور ہو جائے۔

(قابل غور بات یہ ہے کہ) چادر ایک ایسی چیز ہے جس سے وجاہت، دعا اور شفاعت وغیرہ کوئی چیز متصور نہیں ہو سکتی، سوائے اس کے کہ چادر مبارک حضور ﷺ کی ذات اقدس کے آثار میں سے ایک اثر ہے۔ صحیحین میں حضرت ام سلیم سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم کے پاس تشریف لاتے تھے اور آپ کے یہاں قیلولہ فرماتے تھے، حضرت ام سلیم ایک چمڑے کا فرش بچھا دیتیں

تا کہ آپ اس پر قیلولہ کریں، حضور کو بہت پسینہ آتا تھا، حضرت ام سلیم اس پسینے کو جمع کر کے اپنی خوشبو میں ملا لیا کرتی تھیں۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم یہ تم کیا کرتی ہو؟ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے بچوں کے لیے اس پسینے کی برکت کے خواہش مند ہیں، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ام سلیم تم نے ٹھیک کیا۔

علامہ ابن الملک حدیث مذکور کے تحت 'شرح مصابیح' میں فرماتے ہیں:

حدیث مذکور میں علمائے کرام، مشائخ عظام اور صلحا کے آثار مبارکہ کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ:

حضور ﷺ نے بال کاٹنے والے سے فرمایا کہ بال کاٹو، تو اس نے بال کاٹے، رسول اللہ ﷺ نے ان بالوں کو حضرت ابوطلحہ انصاری کو عطا فرمایا اور کہا ان کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

مسند احمد بن حنبل میں ام سلیم سے روایت ہے کہ:

نبی کریم ﷺ نے ان کے مشکیزے سے پانی پیا، تو آپ نے اس مشکیزے کا منھ کاٹ کر رکھ لیا۔

یعنی حضور ﷺ کے دہن مبارک کی برکت کی غرض سے۔ علمائے کرام نے ایسا ہی ذکر کیا ہے جن میں علامہ حلبی بھی شامل ہیں انہوں نے شرح منیہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک مسند احمد کی روایت حسن کے درجے سے کم نہیں ہے، جیسا کہ علامہ محقق نے التحفة میں صراحت کی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے حاشیہ درمختار میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی بحث میں نقل کیا ہے کہ:

ابن ماجہ اور امام ترمذی نے حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت کبشہ کے پاس تشریف لائے، آپ کے پاس ایک مشکیزہ تھا جو اوپر لٹکا ہوا تھا تو حضور علیہ السلام نے اس سے

کھڑے کھڑے پانی پیا، حضرت کبشہ نے مشکیزے کا منہ کاٹ لیا وہ اس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک کے مقام کی برکت چاہتی تھیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ:

جب حضور علیہ السلام کی تکلیف (مرض وصال) سخت ہوگئی تو مَیں آپ پر کچھ تلاوت کرتی تھی اور آپ کے برکت کی غرض سے آپ کے ہاتھ کا مسح کرتی تھی۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ شفا شریف میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے آثار شریفہ کو بہت مہنگی قیمت پر اپنے پاکیزہ مالوں سے خریدتے، جیسا کہ حضور ﷺ کی وہ چادر مبارک جس کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن زہیر کے وارثین سے خریدا تھا اور اس چادر کو بحفاظت رکھا، جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جو آپ کے اردگرد تھے کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ کی اس چادر مبارک کو (غسل کے بعد) میرے جسم سے ملا کر رکھنا، پھر تم جس کپڑے میں چاہو مجھے کفن دے دینا اور یہ رسول اللہ ﷺ کے ناخنِ مبارک کا تراشہ ہے اسے مَیں نے حفاظت سے رکھا ہے، ان ناخنوں کے تراشے کو پیس کر خوب باریک کر کے میری کھلی ہوئی آنکھوں، ناک، منہ اور میرے کانوں پر رکھ دینا، پھر مجھے میرے پروردگار کے فرشتوں کے درمیان چھوڑ دینا۔

اسی طرح بہت سے صحابہ کرام نے وصیت کی کہ انہیں رسول اکرم ﷺ کے آثار مبارکہ کے ساتھ دفن کیا جائے، حضور ﷺ کے آثار سے اللہ کی بارگاہ

میں برکت طلب کی جاتی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے:

رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو مدینے کے خادم برتن لے کر آجاتے جن میں پانی ہوتا تھا اور رسول اللہ ﷺ (برکت کی غرض سے) اس میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔

امام ابن الجوزی اپنی کتاب 'بیان المشکل من الحدیث' میں فرماتے ہیں:

صحابہ کرام (اس طرز عمل سے) حضور ﷺ سے برکت چاہتے تھے۔لہٰذا عالم دین کے لیے مناسب ہے کہ عوام جب اُس سے اس طرح کی کوئی برکت چاہیں تو انہیں بدظن و ناکام نہ کریں۔

یہ تمام امور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہیں جیسا کہ بعض خوارج بغیر دلیل کے اپنی عادت کے مطابق گمان کرتے ہیں (بلکہ اولیا و صلحا سے بھی اس قسم کی برکت حاصل کی جاسکتی ہے) ان امور کے حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہ ہونے کی صراحت شرح صحیح مسلم امام نووی، شرح صحیح مسلم قاضی عیاض اور ابن ملک حنفی شارح المصابیح کے کلام سے ظاہر ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مَیں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور ﷺ کا ایک موئے مبارک ہے جو حضرت انس یا ان کے گھر والوں کے توسط سے حاصل ہوا، حضرت عبیدہ نے کہا کہ حضور ﷺ کا موئے مبارک میرے نزدیک دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

امام بخاری نے یہ بھی روایت کی ہے کہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے نے یہ وصیت کی کہ ان کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک دفن کیے جائیں۔

اور ان کی منشا صرف یہی تھی کہ اپنی قبر میں موئے مبارک کے توسط سے اللہ رب العزت کی جانب

متوجہ ہوں۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''شفا'' میں حضور علیہ السلام کے معجزات کی فصل میں بیان کیا ہے کہ:

> حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کا ایک موئے مبارک تھا، وہ جس جنگ میں شریک ہوتے تھے اس بال کی برکت سے انہیں تائید غیبی حاصل ہوتی تھی (یعنی انہیں فتح نصیب ہوتی تھی۔)

اب ان جاہل لوگوں سے پوچھا جائے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذوات مطہرہ کو وسیلہ بنانے کے منکر ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید کی صرف نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کے وسیلہ و برکت سے تائید و امداد کی جاتی ہے تو کیا خود ذات اطہر ﷺ کو وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا؟

حضور اکرم ﷺ کی ذات انور سے حصول برکت کی غرض سے علمائے کرام نے ان کنوؤں اور مساجد کے پاس آنا سنت قرار دیا ہے جن کنوؤں سے رسول اللہ ﷺ پانی پیا کرتے تھے اور جن مسجدوں میں آپ ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (سفر میں) ٹھہرنے کے لیے ان مقامات کو تلاش کرتے تھے جہاں حضور ﷺ نے نزول فرمایا تھا۔ یہ جملہ چیزیں ثابت شدہ ہیں۔

اسی طرح علمائے کرام نے جنت البقیع اور شہدائے احد کی زیارت کو سنت قرار دیا کیوں کہ جنت البقیع اور شہدائے احد کی زیارت میں اللہ کے رسول ﷺ سے ایک قسم کا تعلق ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور آپ ﷺ کے اہل بیت سے تعلق حضور ﷺ ہی سے تعلق رکھنا ہے۔ نیز فقہا نے فرمایا ان تعلقات و وسائل کی برکت سے حاجتیں اور آرزوئیں پوری ہوتی ہیں۔

علما نے مساجد وغیرہ کی زیارت کے متعلق فرمایا ہے کہ آثار کو دیکھنا صاحب آثار کے تصور کو پختہ کرتا ہے اور کسی کے دیار کا دیدار کرنا اہل دیار سے تعلق میں اضافہ کرتا ہے۔ لہٰذا ان مقامات کی زیارت کرنا فضل میں اضافے کا باعث ہوتا ہے اور حضور ﷺ سے قرب معنوی کے تصور کو مزید جلا بخشتا ہے۔ ارباب قلوب ان آثار کے مشاہدے میں گویا حضور ﷺ کا دیدار کرتے ہیں اور یہ کیفیت اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک ان آثار کی زیارت نہ کی جائے۔ یہی کامل اور پختہ راستہ ہے۔

پہلا مسئلہ
قبروں پر عمارت اور گنبد وغیرہ بنانا

اب ہم سوال کے اصل موضوع کی جانب آتے ہیں جو قبروں پر عمارت اور گنبد تعمیر کرنے سے متعلق ہے۔ سب سے پہلے تو مَیں عرض کروں گا کہ ان اشیا کے جواز میں محدثین وفقہا کے اقوال ظاہر و باہر ہیں، حتیٰ کہ بعض فقہا نے فرمایا کہ اگر بنا علی القبور فخر ومباہات کے طور پر ہو تو بھی جائز ہے۔ جیسا کہ درمختار اور اس کے حاشیہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔ بعض فقہائے کرام نے عمارت کے جواز کی صراحت فرمائی ہے اگر چہ وہ عمارت گھر ہی ہو اور یہی مذاہب اربعہ (شافعی، مالکی، حنفی، و حنبلی) وغیرہ کے محقق علما کا قول ہے۔ ابن حزم اپنی کتاب 'محلی' میں لکھتے ہیں کہ:

اگر قبر پر گھر یا دیوار تعمیر کی جائے تو اس میں کراہت نہیں ہے۔

فقہ حنبلی کی کتاب ''الفروع'' میں ابن مفلح نے یہی فرمایا ہے اور صاحب مستوعب ومحرر نے ذکر کیا ہے کہ اپنی ملکیت میں گنبد، گھر، باڑ او غیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ان سب کے باوجود اس میں دفن کرنے کی اجازت ہے۔ علامہ خطاب نے شرح مختصر میں لکھا ہے کہ یہی ابن قصار اور فقہائے مالکیہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔

یہ حکم تو عامۃ الناس کی قبور کا ہے، صالحین کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانے کے متعلق علامہ رحمانی فرماتے ہیں کہ عمارت بنانا جائز ہے اگر چہ گنبد کی شکل میں ہوتا کہ لوگ زیارت کریں اور برکت حاصل کریں۔

امام حلبی فرماتے ہیں اگر چہ یہ عمارت زمین مسبلہ میں بنائی جائے اور یہی مفتی بہ قول ہے اور شیخ زیادی نے بھی اسی کا حکم دیا ہے۔

علامہ علی ابن احمد حداد 'مصباح الانام و جلاء الظلام' میں لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اس شہر والوں کی تکفیر کی جس میں گنبد وغیرہ کی تعمیر کی جاتی ہے اور ان گنبدوں کو بتوں سے تعبیر کیا تو ایسا شخص متقدمین ومتأخرین اکابر علما، صلحا اور تمام مسلمانوں کی تکفیر کرنے والا اور صدہا سال کے انبیا و صلحا کے اجماع سکوتی کی مخالفت کرنے والا ہے۔

ابن تیمیہ کے شاگرد ابن مفلح حنبلی کتاب الفصول میں لکھتے ہیں کہ:

قبر پر گنبد اور چار دیواری اگر اپنی ملکیت میں بنائی جائے تو جائز ہے اور اگر مسبلہ زمین میں بنائی جائے تو بے فائدہ تنگی کرنے کے سبب مکروہ ہے، کیوں کہ مسبلہ کا استعمال ایسی چیز میں ہو جائے گا جس کے لیے وہ وضع نہیں کیا گیا ہے۔

ابن قیم حنبلی نے ابن مفلح کے بارے میں کہا ہے کہ ''روئے زمین پر میں کسی کو نہیں جانتا جو فقہ حنبلی کو ابن مفلح سے زیادہ جانتا ہو''۔

(امام ابن مفلح نے جو یہ فرمایا کہ مسبلہ زمین پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنا بے فائدہ تنگی کے سبب مکروہ ہے) تو ابن مفلح کا قول ''بے فائدہ'' یہ اس صورت میں ہے جب کہ صاحبِ قبر غیر عالم اور غیر ولی ہو اور اگر صاحب قبر عالم یا ولی ہو تو اس کے لیے مستحب ہے، کیوں کہ ان حضرات کے مزارات کی زیارت کا انبیائے کرام کے مثل قصد کیا جاتا ہے اور اس عمارت کے ذریعے زائر گرمی، سردی، بارش اور تیز ہوا سے محفوظ رہتا ہے کیوں کہ وسائل کا وہی حکم ہوتا ہے جو ان کے مقاصد کا ہوتا ہے۔

شرح تورپشتی علی المصابیح میں ہے کہ:

> سلف صالحین نے مشائخ کرام اور مشہور علما کی قبر پر عمارت تعمیر کرنا مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس عمارت میں بیٹھ کر آرام کریں۔

شرح زین العرب علی المصابیح میں بھی ہے کہ:

> سلف صالحین نے مشہور و معروف علمائے کرام و مشائخ عظام کی قبور پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے، تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور جو ان کی قبور کے پاس عمارت ہیں ان میں بیٹھ کر راحت حاصل کریں، سرائے اور مساجد کی طرح۔

کتاب 'مختصر المقنع' اور فقہ زیدیہ کی کتاب 'المنتزع المختار' اور اس کے حواشی میں ہے کہ:

> میت کی قبر کو ایک بالشت سے زیادہ اونچا کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ میت غیر عالم و فاضل ہو، لیکن اگر یہ مستحق لوگوں کی تعظیم و تکریم کے

مقصد سے ہوتو قبر کو بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے وہ مشاہد و گنبد جو ائمہ کرام اور فضلائے عظام کے لیے تعمیر کیے جاتے ہیں۔ اگر کسی ایسے شخص نے جو قبے اور تابوت کا مستحق نہیں ہے وصیت کی کہ اس کی قبر پر گنبد اور تابوت بنایا جائے تو مؤید باللہ فقیہ کا قول ہے کہ اس کی وصیت پر عمل کیا جائے گا کیوں کہ یہ کام مباح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

نوادر الاصول میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر سال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آتی تھیں اور اس کی مرمت و اصلاح کرتی تھیں تا کہ اس کا نشان مٹ نہ جائے۔

ابن قداح مالکی کے فتاویٰ میں ہے کہ جب میت اہل خیر میں سے ہو تو اس پر کوئی علامت بنا دینا بہتر ہے اور یہ علامت تعمیر خاص ہی ہو سکتی ہے۔ البحر الذخار جو فرقہ زیدیہ کے نزدیک معتمد علیہ کتب میں سے ہے اس میں ہے کہ فضلا کی قبروں پر مسلمانوں کے استعمال کے لیے قبے اور مشاہد بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

شیخ الاسلام علامہ بیجوری نے شرح ابن قاسم الغزی (علی متن ابی شجاع) کے حاشیے میں فصل الجنائز کے اندر فرمایا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے کہ:

> قبر پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے، جب کہ اس زمین کے علاوہ میں ہو جو عام لوگوں کے دفن کے لیے معین کی گئی ہے اور اگر یہ فعل زمین موقوفہ میں کیا تو حرام ہے، اس لیے کہ ایسا کرنا لوگوں پر تنگی کا باعث ہے۔ اب خواہ وہ عمارت گنبد کی شکل میں ہو یا گھر یا مسجد وغیرہ کی شکل میں۔ قبر پر معروف ترتیب کے ساتھ پتھر رکھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں انبیائے کرام اور شہدا و صالحین وغیرہ کو بعض حضرات نے اس حکم سے مستثنیٰ رکھا ہے۔ اگر کسی ارض مسبلہ میں کوئی تعمیر پائی گئی اور میت کے متعلق کوئی علم نہیں تو عمارت کو باقی رکھا جائے گا، اس احتمال کی وجہ سے کہ شاید اس عمارت کو کسی حق کے سبب زمین کے مسبلہ بننے سے پہلے بنایا گیا ہو اس پر قیاس کرتے ہوئے جو کلیسہ وغیرہ کے سلسلے میں طے کیا گیا ہے۔ قبر پر چھتری لگانا مکروہ ہے، اس لیے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسی چھتری

کو ہٹا کر فرمایا تھا کہ ''میت کو اس کے عمل کے سایہ میں رہنے دو''۔

قبر پر ٹیک نہ لگایا جائے، نہ اسے روندا جائے اور نہ اس پر کچھ لکھا جائے اگر چہ اس کے سرہانے تختی پر ہی کیوں نہ ہو۔لیکن 'شرح البھجۃ' میں ہے کہ قبر پر میت کا نام لکھنے کی کراہت قابل غور ہے، بلکہ امام زرکشی نے فرمایا کہ قبر پر میت کا نام اور اس کی تاریخ وفات لکھنے میں کراہت کی کوئی علت نہیں خصوصاً جب کہ میت علماو صالحین میں سے ہو جیسا کہ لوگوں میں رائج ہے۔

شیخ محمد امین الکردی 'تنویر القلوب' کی فصل الجنائز میں فرماتے ہیں کہ:

موقوفہ قبرستان میں عمارت بنانا حرام ہے سوائے نبی، شہید اور عالم وغیرہ کے۔

شیخ رضوان العدل بیبرس اپنی کتاب روضۃ المحتاجین لمعرفۃ قواعد الدین' کی فصل دفن المیت میں فرماتے ہیں کہ:

قبر کو ایک بالشت بلند کرنا سنت ہے تا کہ قبر کو پہچانا جائے اور اس کی زیارت و تعظیم کی جائے، قبر کے اندرونی یا بیرونی حصے کو پکی اینٹوں وغیرہ سے تعمیر کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ زمین مسبلہ یا موقوفہ نہ ہو اور اگر زمین مسبلہ یا موقوفہ ہے تو قبر کے اندرونی یا بیرونی حصے کو تعمیر کرنا حرام ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ اس عمارت کو منہدم کر دے۔مشہور پتھروں کو معروف ترکیب کے ساتھ رکھنے کا بھی یہی حکم ہے، اب وہ خاص ترکیب چار پتھروں کی ہے۔ یہ حرمت اس وقت ہے جب کہ قبر اکھاڑنے یا اس میں دیگر میت کو دفن کرنے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ قبر کو پختہ کرنے میں کوئی حرمت و کراہت نہیں۔اور صالحین جیسے انبیائے کرام و شہدائے عظام وغیرہ کی قبور اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، لہٰذا ان پر حصول برکت اور لوگوں کے زیارت کرنے کی غرض سے عمارت بنانا جائز ہے۔بعض حضرات نے کہا ہے کہ (عمارت بنانا جائز ہے) خواہ وہ عمارت قبے کی شکل ہی میں کیوں نہ ہو۔ علامہ حلبی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ شیخ زیادی نے شیخ زفزاف کو مجاورین کی تربت کے سلسلے میں اسی کا حکم دیا

تھا،لیکن معتمد یہی ہے کہ مسبلہ اور موقوفہ زمین پر گنبد بنانا جائز نہیں ہے۔ رہا یہ کہ شیخ زیادی نے اس کا حکم دیا تھا (جیسا کہ پیچھے گذرا) تو اس میں احتمال ہے کہ آپ نے ان لوگوں کی تقلید کی ہو جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قبہ قرافہ (قبرستان کا نام) میں نہیں ہے بلکہ وہ ابن عبدالحکم کے گھر میں ہے۔

شیخ سلامہ العزامی نے شیخ امین الکردی کی سوانح میں لکھا ہے (جو 'تنویر القلوب' کے آغاز میں شائع ہوئی ہے) کہ:

شیخ محمد امین الکردی رضی اللہ عنہ کو قرافہ مجاورین (قبرستان کا نام) میں امام المحلی اور امام تاج الدین سبکی کی قبروں کے پاس دفن کیا گیا اور ان کی قبر پر مزار بنایا گیا تا کہ زندہ حضرات زیارت کریں اور قبر بے حرمتی، دھنسنے یا کھودے جانے سے محفوظ و مامون رہے، جیسا کہ آج کل مصر کے قبرستان میں ہوتا ہے۔ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ ان اغراض کی وجہ سے بہت سے اہل علم محققین نے قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے اور قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس کو (ان اہل علم محققین نے) خاص قرار دیا ہے، اور عام حکم کو مخصوص معتبر چیزوں کے ساتھ خاص کرنا یہ کتاب وسنت میں شایع وذائع ہے جس میں اہل علم وفضل میں سے کوئی شک نہیں کرے گا اور جن حضرات نے حدیث میں وارد نہی کی تخصیص کی صراحت فرمائی ہے ان میں حافظ کبیر، فقیہ متقن امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بھی ہیں جو متاخرین شوافع میں سے ہیں اور جس چیز کا انھوں نے انکار کیا ہے وہ چیز باتفاقِ امت باطل ہے اور ان امور میں سے بحمد اللہ کچھ بھی منکر میں سے نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ

قبروں پر غلاف اور چادر وغیرہ ڈالنا

علامہ شیخ بیجوری اپنے مذکورہ حاشیے کی فصل 'تحریم لبس الحریر' (ریشم پہننے کی حرمت) میں فرماتے ہیں کہ:

کعبہ اور انبیائے کرام کی قبروں پر ریشم کا غلاف ڈالنا جائز ہے، جب کہ وہ نقد سے

خالی ہو (یعنی غلاف سونے چاندی کے تار وغیرہ سے نہ بنا ہو) اور بعض حضرات نے انبیائے کرام کی قبروں کو مستثنیٰ کیا ہے۔ لیکن 'المحشی' میں اس کے خلاف ہے۔

شیخ رضوان العدل اپنی کتاب 'روضة المحتاجین' کے باب 'بیان حکم الاوانی و تحلیتها بالذهب و الفضة' میں فرماتے ہیں کہ:

خانۂ کعبہ اور تمام مساجد کو سونے چاندی سے مزین کرنا اور ان پر ریشم کا غلاف چڑھانا حرام ہے۔ علامہ بلقینی سے ان تمام چیزوں کا جواز منقول ہے اس لیے کہ اس میں شعائر اسلام کی تعظیم اور کفار و مشرکین کو غیض و غضب میں ڈالنا ہے۔

شیخ محمد امین الکردی تنویر القلوب کی فصل تحریم اوا نی الذهب و الفضة و لبس الحریر میں لکھتے ہیں کہ '' کعبے پر ریشم کا غلاف ڈالنا بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح انبیا و مرسلین کی قبروں پر بھی''۔

تیسرا مسئلہ

قبروں پر چراغ جلانا

اس مسئلے کے متعلق شیخ بیجوری مذکورہ کتاب کی فصل 'احکام النذور' میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی مسجد وغیرہ پر روشنی کرنے کے لیے تیل یا شمع کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح ہے بشرطے کہ وہاں وہ لوگ ہوں جو اس سے نفع حاصل کریں جیسے نمازی یا کوئی سونے والا وغیرہ، ورنہ یہ نذر درست نہیں کیوں کہ اس میں مال کا ضیاع ہے اور یہ تفصیل اس صورت میں بھی ہوگی جب کہ کسی نے اپنی خریدی ہوئی چیز چراغ جلانے کے لیے وقف کر دی ہو۔

چوتھا مسئلہ

اصحاب قبور کی زیارت اور انہیں سلام کرنا

علامہ شیخ امین الکردی 'تنویر القلوب' کی فصل 'زیارة القبور' میں فرماتے ہیں:

''مسلمان مردوں کے لیے زیارت قبور سنت ہے، کیوں کہ اس سے موت اور آخرت یاد آتی ہے اور دل کے فساد کی اصلاح ہوتی ہے، نیز قرآن کی تلاوت سے میت کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ (زیارت کا یہ جواز اس حدیث سے ثابت ہے جس کو) امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا ''مَیں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کرو''۔خصوصاً انبیائے کرام واولیائے عظام اور اہل خیر کی قبور کی زیارت سنت ہے۔عورتوں کے لیے ان کے جزع وفزع اور قلت صبر کے باعث زیارت قبور مکروہ ہے، کراہت اس صورت میں ہے جب کہ ان کا اجتماع غیر محرم کے ساتھ نہ ہو، ورنہ تو عورتوں کے لیے زیارت قبور حرام ہے،لیکن نبی کریم ﷺ و دیگر تمام انبیائے کرام نیز علما واولیا کے مزارات کی زیارت کرنا عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے۔زیارت قبور کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ زیارت کرنے والا باوضو ہو اور قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيُكُمُ دَارَ قَوُمٍ مُؤُمِنِيُنَ وَاِنَّا اِنُ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمُ لَاحِقُوُنَ

اور قرآن سے جو بھی میسر ہو اسے پڑھے، اس لیے کہ قرأت قرآن میت کے لیے تین مقامات میں نفع بخش ہے۔ جب کہ قرآن میت کے سامنے یا عدم موجودگی میں پڑھا جائے۔لیکن اس کو پڑھنے کے بعد میت کے لیے دعا یا اس کا قصد ہو اور دعا نہیں کی تو اس قرأت قرآن کو میت کے لیے صدقہ کرے،تو یہ اس کے لیے نفع بخش ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچے گا۔زائر قبر سے اتنا قریب ہو جتنا صاحب قبر کی زندگی میں قربت اختیار کرتا تھا اور پھر اپنا منھ میت کی جانب کرتے ہوئے اسے سلام کرے،اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''کوئی اپنے ایسے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا پھر سلام کرتا ہے تو وہ صاحب قبر اسے پہچان لیتا اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے''۔اس حدیث کو ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔پھر زائر کعبے کی طرف متوجہ ہو اور میت کے لیے یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الاَجُسَادِ الُبَالِيَةِ وَالُعِظَامِ النَّخرة التی خَرَجَتُ مِنَ الدُّنُيَا وَهِيَ بِكَ مُؤمِنَةٌ اَدُخِلُ عَلَيُهَا رَوُحًا مِنُكَ وَ سَلَاماً مِنِّيُ اَللّٰهُمَّ لَاتَحُرِمُنا اَجُرَهُمُ وَلَاتَفُتِنَّا بَعُدَ هُمُ وَاغُفِرُ لَنَا وَلَهُمُ۔

اے ان بوسیدہ جسموں اور ان بوسیدہ ہڈیوں کے رب! یہ جسم دنیا سے حالت ایمان میں گئے ہیں،تو ان پر اپنی جانب سے سلامتی اور تازگی داخل فرما اور مجھے ان کے اجر سے محروم نہ فرما اور ان کے بعد ہمیں آزمائش میں

مبتلا نہ فرما، ہماری اوران کی بخشش فرما۔

علمائے مغرب نے اس سلسلے میں توسع اختیار کیا ہے۔علامہ الطیب بن کیران اپنے رسالے میں فرماتے ہیں کہ ”بہت سے مشائخ کرام نے صالحین کی قبور پر قبے بنانے اوران پر ریشم وغیرہ کے غلاف ڈالنے اوران پر چراغ روشن کرنے کو جائز قرار دیا ہے“۔سیدی عبدالقادر الفاسی فرماتے ہیں کہ ”لوگ مشرق سے لے کر مغرب تک صالحین اور ائمہ اسلام کی مقابر پر عمارتیں بناتے رہے ہیں جیسا کہ یہ مشہور و معروف ہے،اس میں ایک تو یہ کہ اللہ کی حرمات کی تعظیم ہے،دوسرے یہ کہ اللہ کے بندوں کے لیے نفع کا حصول ہے جو ان کو اولیاء اللہ کی زیارت کی وجہ سے ہوتا ہے،تیسرے یہ کہ اس میں قبروں کو روندنے ،ان پر چلنے اور کھودنے وغیرہ جیسے مفاسد کو دفع کرنا ہے،مزید یہ کہ ان چیزوں سے ان کے مزارات کی حفاظت بھی مقصود ہے۔اگر سابقہ امتیں اس طرح انبیائے کرام کی قبروں کی حفاظت کرتیں تو ان کے نشان نہ مٹتے اوران سے ناواقفیت نہیں ہوتی۔ بلکہ تساہلی اور عدم اعتنائی کے باعث بہت سے اولیا وعلما کی قبروں کے نشانات مٹ گئے۔سیدی عبدالقادر الفاسی ’نوازل البرازلی‘ میں ’مسائل الصلوٰۃ‘ کی فصل میں لکھتے ہیں کہ علامہ عزالدین سے مساجد میں زینت کی غرض سے موم بتیاں اور چراغ نصب کرنے اوران پر پردے لٹکانے کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی عمل علما اور اہل صلاح کے مشاہد و مقابر میں کرنا کیسا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ”مساجد کو موم بتیوں اور چراغوں سے مزین کرنے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ یہ بھی احترام واکرام کی ایک قسم ہے،ان پر پردے لٹکانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اگر چہ وہ ریشم کے ہوں ،کیوں کہ ممکن ہے کہ ریشم کی زینت کا الحاق سونے اور چاندی کے چراغوں کی زینت سے کریں اور یہ چیز ایک قول کی رو سے جواز کی محتمل ہے۔اس لیے کہ ریشم کا حکم سونے چاندی کے مقابلے کمتر اور ہلکا ہے۔اسی باعث ریشم سے بنی ہوئی چیز کا استعمال اس صورت میں جائز ہے جب کہ ریشم مغلوب اور کم ہو،لیکن ایسا سونا چاندی میں کرنا جائز نہیں، کعبے پر ہمیشہ تعظیم واحترام کے سبب پردا پڑا رہتا ہے،لہٰذا اس کو دیگر مساجد کے ساتھ ملحق کرنا بعید نہیں،اگر چہ کعبے کی حرمت و عزت تمام مساجد سے زیادہ ہے،اب رہا علما اور اہل خیر کے مشاہد و مقابر کا حال تو ان کا حکم گھروں کے حکم کی طرح ہے تو جو چیز گھروں میں جائز ہے وہ ان میں بھی جائز ہے اور جو وہاں جائز نہیں وہ

یہاں بھی جائز نہیں۔ (علامہ شیخ امین الکردی کی 'تنویر القلوب' کا خلاصہ ختم ہوا)

اگر ہم چاہیں تو اس سلسلے میں بے شمار علما وفقہا اور مشائخ عظام کے اقوال پیش کر سکتے ہیں جن کی یہاں وسعت وگنجائش نہیں ہے، لہٰذا ہم ان ہی اقوال وعبارات پر اکتفا کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام

علمائے کرام ومشائخ عظام کے ان اقوال وعبارات سے معلوم ہوگیا کہ صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، اولیا اور علما کی قبروں پر عمارت بنانا جائز ہے اور ان پر غلاف وغیرہ ڈالنا بھی جائز ہے۔ اگر زمین مسبلہ یا موقوفہ ہو تو گنبد کا بنانا مختلف فیہ ہے، وہاں چراغ جلانا جائز ہے، اگر نمازی، طالب علم یا کسی سونے والے یا وہاں سے گذرنے والے کو فائدہ ہو۔ زیارت قبور اور اصحاب قبور کو سلام کرنا بلا اختلاف مستحب ومستحسن ہے۔

کتبہ خادم العلم بالازهر الشريف

محمود حسن ربیع

مدرس ازہر شریف، مصر

۲۰ر محرم الحرام، ۱۳۸۱ھ

تقریظ

صاحب الفضیلۃ والارشاد
داعی اسلام مولانا شیخ محمد حافظ التیجانی
قاہرہ، مصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا میں عیسائی تبلیغی مشن کا جوش وخروش، اسلام پر ان کے حملے اور مسلمانوں کے خلاف پیہم کوششیں کسی بیان کی محتاج نہیں ہیں۔ سامراجی طاقتیں عیسائی مبلغوں کو بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

ان کے اجتماعات میں منظّم میٹنگیں ہوتی ہیں جن میں اپنی سابقہ کارگزاریاں پیش کرتے ہیں اور قوت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کے لیے خاکہ تیار کرتے ہیں۔ (ان کی ایک میٹنگ میں) ان کا ایک لیڈر ہاتھ میں قرآن لے کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ جب تک یہ کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہے گی اور جب تک محمد ﷺ کی قبر ان کے درمیان موجود ہے عیسائیت مسلمانوں کے شہروں پر غالب نہیں آسکتی، لہٰذا ان سامراجی طاقتوں نے قرآن اور مسلمانوں کے بطور دستور حیات قرآن پر عمل کرنے کے خلاف بغض و کینے کی بنیاد پر کام کرنا شروع کر دیا ان تمام بلاد اسلامیہ میں جہاں انہوں نے قدم جما لیے یا وہاں جہاں ان کا کچھ اثر ونفوذ قائم ہو گیا۔

اب قبر نبی (ﷺ) کے منہدم کرنے کا مسئلہ باقی رہا تو ان سامراجی طاقتوں نے دیکھا کہ اگر یہ خود قبر شریف منہدم کریں گے تو سارا عالم اسلام بیدار ہو کر ان کے خلاف متحد ہو جائے گا اور یہی وہ سب سے بڑی چیز ہے جس کا ان سامراجیوں کو خطرہ ہے، کیوں کہ اگر روح اسلامی بیدار اور متحد ہو گئی اور دینی غیرت کے ساتھ ان کی قوتیں اللہ کی خاطر متوجہ ہو گئیں تو کوئی طاقت ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گی۔ یہ سامراجی طاقتیں وحدت اسلامی کو پارا پارا کیے بغیر بلاد اسلامیہ

پر غالب نہیں آ سکتیں۔لہٰذا ان کی خبیث فکر نے یہ راہ نکالی کہ کوئی ایسا طریقہ تلاش کیا جائے جس کے ذریعے نبیٔ اسلام ﷺ کی قبر اسی قوم کے ہاتھوں منہدم کرا دی جائے جو اپنے آپ کو اسلام کی جانب منسوب کرتی ہے اور یہ انہدام بھی اسلامی غیرت کے نام پر ہو۔

صالحین کے مقابر کو منہدم کرانے کو اس رخ سے دیکھا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا تھا کہ وہ کسی بلند قبر کو دیکھیں تو اسے زمین کے برابر کر دیں۔ حالاں کہ اس کے بعد بھی تم بعض صحابہ کی قبروں کو دیکھو گے کہ وہ زمین کے ہموار نہیں کی گئیں۔(اس کی دلیل یہ ہے کہ) بعض صغیر السن صحابہ بعض صحابہ کی قبروں کو پھلانگنے کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔جن حضرات نے یہ کہا کہ قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم منسوخ ہے کیوں کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا تو ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں مدفون ہیں اس بارے میں مسلمانوں کے مابین کوئی نزاع و اختلاف نہیں اور وہ حجرہ عمارت سے محیط ہے، نیز یہ کہ وہ عمارت چھت والی ہے، اب خواہ اس کی چھت ہموار ہو یا گنبد کی شکل میں ہو، بہر حال وہ زمین سے بلند ہے۔ اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ پہلے حجرہ بنایا جائے پھر اس میں کسی انسان کو دفن کیا جائے یا پہلے دفن کیا جائے پھر اس پر حجرے کی تعمیر کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حجرے میں اس وقت دفن کیا گیا جب کہ اس پر عمارت تعمیر تھی، گویا یہ سنت عملیہ ہے، جس پر اجماع ہو چکا ہے اور کوئی اس سلسلے میں نزاع و اختلاف نہیں کر سکتا۔

اس معاملے کو اگر سیاسی نقطہ نظر سے دیکھیے تو صحابہ کے مزارات کو منہدم کرنا ان کا مقصود و مراد نہیں ہے بلکہ مقصود بالذات حضور ﷺ کی قبر شریف کو ڈھانا ہے۔ اس لیے بعض نے حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو منہدم کرنے کا ارادہ بھی کیا، اگر عالم اسلام کی قوت، ان کا زبردست احتجاج، اور بعض سیاسی شخصیات کی مداخلت نہ ہوتی تو یہ لوگ آں حضرت ﷺ کی قبر شریف کو منہدم کر دیتے۔

اس قسم کے معاملات میں ممکن ہے کہ ایک ایسی نظر سے دیکھا جائے جو ان تمام معاملات کی جامع ہو اور وہ ہے اسلام کے خلاف عیسائی مشینری کے مقاصد، اسلام کے خلاف مبلغانِ مسیحیت کا خبث باطنی اور اسلام کے خلاف سامراجی طاقتوں کی سازشیں۔

لہٰذا وہ افراد جو دشمنان اسلام کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کر رہے ہیں کتنا ہی غیرت اسلامی کا مظاہرہ کریں مگر وہ ملامت سے نہیں بچ سکتے اور ان کی پیشانیاں ان دشمنوں کے ساتھ شرکت کی تہمت سے داغ دار رہیں گیں۔ ان کی مثال تو اس شکاری کی طرح ہے جو چڑیا کو ذبح کر رہا ہے اور ٹھنڈک کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، تو جاہل شخص یہ گمان کرتا ہے کہ یہ چڑیا پر شفقت و مہربانی کے سبب رو رہا ہے۔ لہٰذا (جو افراد گنبد خضریٰ کو ڈھانے کے درپے ہیں) ان کا حال ان کے دعوے (کہ یہ کام اسلامی غیرت کی بنیاد پر کر رہے ہیں) کی تکذیب کر رہا ہے۔

محمد الحافظ التیجانی

القاہرہ (مصر)

☆☆☆

فتویٰ

مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
صدر جمعیۃ علمائے پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حضور سرورِکونین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کے اصحاب واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین وصالحین کے مزارات شریفہ پر چادریں ڈالنا یا ضریح بنا کر اِس نیت سے رکھنا کہ قبور شریفہ ممتاز رہیں یا ان پر قبے بنانا تاکہ زائرین باطمینان و سکون کلام اللہ شریف یا اوراد و وظائف پڑھ سکیں صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا قبور صالحین کی زیارت کے لیے حاضر ہونا درست ہے یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب : الحمد للّٰہ الذی نزّل الکتاب ویتولّیٰ الصالحین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم سیدنا محمد افضل المرسلین و نورمبین وعلی آله وصحبه اجمعین: اما بعد

حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کبار وحضرات اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین و شہدا وصلحا و اولیا کے مزارات شریفہ پر ضریحات بنانا چادریں ڈالنا، چراغاں کرنا، قبے بنانا جائز و مستحب اور باعث اجر وثواب ہے۔

غلاف وضریح کی غرض یہ ہے کہ لوگ قبروں کا احترام کریں، ضریحات سے قبور متعارف وممتاز ہوں، جن سے ہر زائر کو علم ہو جائے کہ یہ قبورِ صالحین ہیں۔ مزارات پر قبے بھی اسی لیے تعمیر کیے جاتے ہیں کہ زائرین وہاں بیٹھ کر تلاوت کلام پاک و وظائف پڑھیں، قبور شہدا وصلحا پر جا کر ایصال ثواب کرنا حضور سید عالم ﷺ سے ثابت ہے آپ نے اور آپ کے اصحاب واہل بیت نے زیارت قبور کے لیے بہ کثرت احکام صادر فرمائے اور اُن کے زمانے میں قبور پر خیام لگا کر ممتاز کیا۔

مزارات شریفہ پر غلاف وضریحات ڈالنا اوران کی زیارت کرنا

مزارات صلحاو شہدا، اتقیا و اولیا پر غلاف وضریحات کی غرض صاحبِ قبر کی عظمت اور قبر کی توقیر ہے۔ نیز ان قبور شریفہ کو ممتاز کیا جانا ہے تاکہ زائرین حاضر ہو کر ایصال ثواب کر سکیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے حضور سید عالم ﷺ کا طرز عمل زیر نظر رکھنا چاہیے۔

میت کو ایصال ثواب اور سماع موتیٰ

عن عباد بن ابی صالح ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یأتی قبور الشھداء بأُحُد علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وقال وجاء ھا ابوبکر ثم عمر ثم عثمان فلما قدم معاویة بن سفیان حاجّاً جآء ھم قال وما کان النبی ﷺ اذ واجه الشعب قال سلام علیکم بما صبرتم فنعم اجر العاملین۔ (رواہ ابن شیبة ۔وفاء الوفا)

عباد بن ابی صالح سے روایت ہے حضور پاک ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبور کی زیارت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے راوی نے کہا حضور کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان حج کے لیے تشریف لائے راوی نے کہا جس وقت حضور پاک ﷺ گھاٹی کے سامنے تشریف لاتے تو سلام علیکم فنعم اجر العاملین فرماتے۔

مردے سنتے اور پہچانتے ہیں

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ ماالمیت فی قبرہ الا شبیه الغریق المتغوث ینتظر دعوة من اب و ام او صدیق ثقة فاذا لحقته کان احب الیه من الدنیا ومافیها لان عز و جل لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الدنیا امثال الجبال وان ھدیة الاحیاء للاموات الاستغفار لھم والصدقة عنھم۔

(رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس و البیھقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اُنہوں نے حضور پاک سے روایت فرمایا حضور نے ارشاد فرمایا نہیں ہے مردہ اپنی قبر میں مگر مثل ڈوبنے والے کے طالب فریادرس ہے انتظار کرتا ہے باپ، ماں یا دوست کی دعا کا، تو جب دعا اسے پہنچتی ہے تو اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑ جیسے خیر و برکت اور انوار داخل کرتا ہے اور بے شک مردوں کے لیے زندوں کا تحفہ اُن کے لیے مغفرت چاہنا اور صدقہ دینا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مامن احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ علیہ إلا عرفہ وردّ علیہ السلام (وفاء الوفا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا نہیں گزرتا کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر پر مگر وہ اسے پہچانتا ہے اور جب سلام کیا جائے تو پہچان کر جواب سلام دیتا ہے۔

ان المیت لَیسمع قرع نعالھم اذا انصرفوا۔ (رواہ مسلم)

اور جب لوگ دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو وہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث شریفہ سے حضرات اولیائے کرام، صلحا و اتقیائے عظام کی ارواح طیبات کا ادراک وشعور ہونا ثابت ہوا، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انہیں زائرین کی حاضری کا علم ہوتا اور ایصال ثواب سے مسرت حاصل ہوتی ہے۔

قبور پر گنبد بنانا، مزارات پر خیام وضریحات لگانے کا بھی یہی منشا ہے کہ قبور ممتاز ہوں اور زائرین باطمینان وسکون ایصال ثواب کر سکیں۔

مات الحکم بن العاص فی خلافۃ عثمان فضرب عثمان علی قبرہ فسطاطا فی یوم صائف فتکلم الناس فیہ فقال عثمان قد ضرب فی عھد عمر علی قبر زینب بنت جحش فسطاط فھل رأیتم عائباً عابہ

ذلك۔ (الاصابة: ج:۲،ص۹۲)

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں حکم بن العاص کا انتقال ہوا، ان کی قبر پر گرمی میں خیمہ لگایا گیا تو لوگوں نے اس کے متعلق کچھ کلام کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر کے عہد میں حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ لگایا گیا تھا تو کیا تم نے کسی کو دیکھا تھا کہ اس پر اعتراض کیا یا کسی عیب لگانے والے نے اس پر عیب لگایا؟۔

لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازة فدفن امر النبی ﷺ رجلا ان یاتیه بحجر فلم یستطع حمله فقام الیها رسول اللّٰه ﷺ وحسر عن ذراعیه قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول اللّٰه ﷺ کأنی انظر الی بیاض ذراعی رسول الله ﷺ حین حسر منها ثم حملها فوضعها عند رأسه فقال اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی۔ (رواه ابو داؤد:ص:۳۵۷/ ج۲)

جب حضرت عثمان بن مظعون نے وفات پائی اور انہیں دفن کیا گیا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک پتھر لانے کا حکم فرمایا مگر وہ صحابی بھاری ہونے کی وجہ سے اٹھا نہ سکے، تب آپ خود تشریف لے گئے، آپ نے آستین چڑھالیں، راوی نے کہا جب آپ نے کلائیوں سے کپڑا اٹھایا تو گویا میں آپ کی کلائیوں کی سفیدی دیکھتا ہوں، پھر آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون کے سر کے قریب رکھ دیا اور فرمایا اس پتھر سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان کرتا ہوں اور میرے اہل میں جو وفات پائے گا اس کے پاس دفن کروں گا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری میں تحریر فرماتے ہیں:

وضرب عمر رضی اللّٰه عنه قبر زینب بنت جحش فسطاطاً

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زینب بن جحش کی قبر پر خیمہ لگایا۔

وضرب محمد ابن الحنفیة علی قبر ابن عباس فسطاطاً

محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس کے مزار پر خیمہ نصب فرمایا۔
تفسیر روح البیان میں ہے:

فبناء القباب علی قبور الاولیاء والصلحاء ووضع الستر والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز ۔

اولیا و صلحا کی قبروں پر قبے بنانا، چادریں و عمامے کپڑوں کا ڈالنا ایک امر جائز ہے۔
علامہ محقق ابن ہمام صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں۔

الاتفاق علی حرمة مسلم میتة کحرمته حیاً۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ مردہ مسلمانوں کی عزت زندہ کی طرح کی جاتی ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود سے ابن شیبہ روایت فرماتے ہیں:

اذی المؤمن فی موته کأذاه فی حیاته

مومن کو مرنے کے بعد اذیت دینا ایسا ہے جیسے اُسے زندگی میں اذیت پہنچائی۔
حضور انور ﷺ نے میت کو اذیت پہنچانے سے منع فرمایا، حضرت عمارہ بن حزم سے مروی ہے:

رأنی جالساً علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل لا تؤذ صاحب القبر ولا یؤذیك۔

اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور صاحب قبر کو ایذا نہ پہنچا نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ صاحب قبر کو ایذا نہ پہنچانی چاہیے، دوسرے یہ کہ صاحب قبر بھی اذیت پہنچا سکتا ہے۔ احادیث شریفہ اقوال صحابہ و علما اتقیا سے یہ بات بدرجۂ اتم محقق ہے کہ اہل قبور کو شعور و ادراک ہوتا ہے۔ وہ سلام کا جواب دیتے ہیں، تلاوت کلام پاک سے انہیں مسرت حاصل ہوتی ہے، ان کے لیے ایصال ثواب کرنا دین و دنیا کی بڑی نعمت ہے۔ وہ دفن کے بعد واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتے ہیں، شہدائے کرام کے لیے قرآن پاک نے فرمایا ''انہیں مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں، تم نہیں جانتے وہ خدا کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔'' خصوصاً انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ شہدا اور غیر انبیا سے کہیں زیادہ افضل

ہے۔ وہ بدرجۂ اتم حیات وافضل ہیں۔ ایک جگہ حدیث میں وارد ہے:

ان اللّٰہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء (عن ابی داؤد)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسد کا کھانا حرام کر دیا۔

حضرات ائمہ وفقہا مجتہدین کے بعض اقوال شریفہ غلاف وچادر وغیرہ ڈالنے کے بارے میں

حضرات ائمہ کرام و مجتہدین عظام نے غلاف کعبہ سے استناد فرماتے ہوئے **مزارات پر** چادریں، غلاف وضریحات ڈالنے کو جائز ٹھہرایا، چناں چہ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں علامہ محمد بن عابدین نے ’کشف النور عن اصحاب القبور‘ مصنفہ علامہ نابلسی قدس سرہٗ سے نقل فرمایا:

ان کان القصد بذلك التعظيم فی اعين العامة حتی لا يحتقروا صاحب هذا القبر الذی وضعت عليه الثياب والعمائم و جلب الخشوع والادب لقلوب الغافلين الزائرين لان قلوبهم حاضرة عندالحضور من التأدب بين يدی اولياء اللّٰه تعالیٰ المدفونين فی تلك القبور كما ذكرنا من حضور روحانيتهم المباركة عند قبورهم فهو امر جائز لا ينبغی النهی عنه لان الاعمال بالنيات ولكل امر مانویٰ۔

یعنی اگر چادر وغیرہ ڈالنے سے عوام کی نگاہ میں مزارات اولیائے کرام کی عظمت پیدا کرنا ہوتا کہ جس مزار پر کپڑے عمامے رکھے جائیں اس کو ولی کا مزار جان کر اس کی تحقیر سے باز آئیں اس لیے کہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع وادب پیدا ہو کیوں کہ مزارات اولیا کی حاضری کے وقت ان کے دل ادب کے لیے تابع دار نہیں ہوتے، ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں، تو اس نیت سے چادریں وغیرہ ڈالنا جائز ہے، جس سے ممانعت نہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے اُس کی نیت پر بدلہ ہے۔

صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں:

ولـكـن نقول الآن اذا قصد به التعظيم فی عیون العامة کی لا یحتقروا صاحب القبر و لجلب الخشوع والادب الغافلین الزائرین فهو جائز۔

لیکن اس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر چادر وغیرہ ڈالنے سے عوام کی نگاہوں میں مزارات کی عظمت پیدا کرنا ہو کہ وہ صاحب قبر کی تحقیر نہ کریں اور غافلوں کے دلوں میں خشوع وادب پیدا ہو تو جائز ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

قـد ابـاح الـسـلف البـنـاء عـلـی قبـر الـمشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس و لیستریحوا بالجلوس فیه۔

ترجمہ: اسلاف کبار نے مشائخ وعلما کی قبور پر بنا کو جائز رکھا ہے تا کہ لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر استراحت کریں۔

مزارات پر چراغاں کرنا

خانقاہوں، مزارات پر روشنی کرنا درست ہے تا کہ زائرین آرام وسکون کے ساتھ قرآن خوانی کرسکیں۔ حضرات علمائے متقدمین نے حضرت تمیم داری صحابی رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے سند لی ہے۔ علامہ عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

وکـان التـمـیـم الـداری من افاضل الصحابه وله مناقب وهو اول من أسرج المسجد

حضرت تمیم داری افاضل صحابہ میں ہیں، جن کے بہت سے مناقب ہیں، آپ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے مسجد نبوی میں چراغاں کیا۔

انہیں حضرت تمیم داری کے متعلق اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ کے ص ۲۶۲ پر جو عبارت درج ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: کہا سراج غلام تمیم داری نے کہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہم حاضر ہوئے، ہم سب تمیم داری کے پانچ غلام تھے، میرے آقا نے مجھے حکم دیا تو مَیں نے مسجد نبوی کو زیتون کے تیل سے چراغ جلا کر منور کر دیا اس سے پہلے مسجد نبوی میں خورمہ کی لکڑی جلا کرتی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ مَیں نے عرض کیا فتح، فرمایا نہیں اس کا نام سراج ہے۔

عارف باللہ حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

واما اذا کان موضع القبور مسجداً او کان قبر ولی من الاولیاء وعالم من المحققین تعظیماً لروحه المشرفة علی قرب جسده کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوا او یدعوا اللّٰہ تعالی عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز لا منع منه والاعمال بالنیات۔(الحدیقة الندیة)

قبرستانوں میں چراغوں کے جلانے کی ممانعت صرف اس صورت میں ہے کہ بالکل نفع سے خالی ہو ورنہ اگر وہاں مسجد ہے یا گذر گاہ ہے یا کوئی بیٹھتا ہے یا کسی عالم و ولی ومحقق کا مزار ہو اس کی روح مبارک اپنا پرتو ڈالتی ہے جیسے زمین پر آفتاب، اس کی تعظیم کے لیے چراغاں کیا جائے تا کہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں تا کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز ہے جس کی ہرگز ممانعت نہیں ہر کام کا دار ومدار نیت پر ہے۔

مذکورہ بالا اقوال شریفہ سے امور مستفسرہ کی ایک حد تک وضاحت ہوگئی، اس سے زیادہ کے لیے کتب شریفہ میں تفصیلات موجود ہیں۔ پس صلحا و اتقیا کی زیارت کرنا، انہیں شعور وادراک ہونا، اُن کی قبور کا احترام واعزاز کرنا ثابت الاصل ہے۔ اوران کی قبروں پر غلاف ڈالنا، ضریح بنانا صحیح ہے۔ حضرات اہل سنت کے مشاہیر علمانے، صوفیا نے ہر ایک عنوان پر تفصیلی رسائل تحریر فرما دیے ہیں، یہ فتویٰ مختلف مسائل پر مختصراً قلم بند کیا گیا ہے اور اس کے اندر دلائل بھی اختصار ہی سے درج کیے گئے ہیں۔

العبدالفقیر المجیب الحقیر

محمد عبدالحامد القادری المعینی البدایونی

تصدیقات علمائے کراچی

[۱] الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کا جواب حق وصواب ہے۔ قبورِ اولیا کا احترام، ان کی عظمت کے اعتبار کے لیے چادر وغلاف ڈالنا، زائرین کے آرام کے لیے قبے بنانا شرعاً مستحب ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم :محمد عمر نعیمی

[۲] حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری مدظلہ کا یہ جواب حق وثواب ہے، بزرگانِ دین کی قبروں کی زیارت کرنا موجب برکت ہے اور ان کے مزارات کو ممتاز کرنا تمام دیار وامصار اسلامی میں اچھا سمجھا جاتا ہے۔ وما رآہ المسلمون حسنا فھو عنداللّٰہ حسن واللّٰہ تعالی اعلم: فقیر عبدالمصطفیٰ ازہری غفرلہ (شیخ الحدیث، دارالعلوم امجدیہ کراچی)

[۳] الجواب صحیح: محمد مظفر احمد غفرلہ (دارالافتاوالقضا، فرید روڈ کراچی)

[۴] رضاءالمصطفیٰ (خطیب نیومیمن مسجد، کراچی)

[۵] فقیر ناصر جلالی

[۶] محمد حسن حقانی (خطیب مکرانی مسجد، کراچی)

[۷] حکیم مقصود حسن قادری رضوی پیلی بھیتی

[۸] محمد شفیع غفرلہ اوکاڑوی (خطیب عیدگاہ، کراچی)

[۹] فقیر ضیاءالقادری

[۱۰] فقیر غلام قادر کشمیری

[۱۱] جمیل احمد نعیمی (خطیب صرافہ مسجد، کراچی)

[۱۲] المجیب مصیب: شاہ احمد النورانی صدیقی القادری

[۱۳] فقیر عبدالسلام قادری (سجادہ نشین سلسلہ قادریہ)

[۱۴] سید نورالاسلام قادری

[۱۵] فقیر شاہ امیر احمد واعظ قادری جودھپوری

[۱٦]فقیر محمد شریف

[۱۷]محبوب رضا(خطیب کہوری گارڈن،کراچی)

[۱۸]محمد محسن فقیہ الشافعی

[۱۹]سید شجاعت علی (خطیب ناظم آباد،کراچی)

تصدیقات علمائے حیدرآباد سندھ،شہداد پور

[۲۰]حضرات اولیائے کرام وعلمائے عظام مذکورات مندرجہ بالا سے متفق اوراس پر عامل ہیں، اُن کے پاس دلائل واثبات کے لیے کافی مواد موجود ہے۔ میرا اصول یہ ہے کہ مَیں مزارات بزرگان طریقت پر حاضری دیتااور بعض سے استفادہ کرتا ہوں۔صبغۃ اللہ، پیرایرانی

[۲۱]ھذا ھو الحق والحق احق ان یتبع

العبد الضعیف فقیر محمد عبدالحمید قادری بریلوی عفی عنہ (خطیب میمن مسجد شہداد پور)

تصدیقات علمائے ضلع سکھر وپیر گوٹھ

[۲۲]باسمہ تعالیٰ شانہ نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ وأتباعہ اجمعین۔اما بعد

ایک تازہ فتویٰ مرتبہ حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی (صدر مرکزی انجمن تبلیغ الاسلام کراچی) نظر سے گزرا،جس میں واضح کیا گیا ہے کہ مقربین بارگاہِ احدیت کے مزارات پر بغرض امتیاز وشرعی تعظیم قبب وغیرہ عمارات قائم کرنا بلا شبہ مسنون و مستحسن فعل ہے،تا کہ ان کے مخلص ومعتقدین اطمینان وآرام کے ساتھ قرآن خوانی یا تسبیح وتہلیل وغیرہ اذکار وادعیہ ادا کر کے ایصال ثواب کا شرف حاصل کرسکیں اور دنیا دیکھے اور عزت حاصل کرے کہ صحیح معنوں میں خدا پرست اور خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والے حضرات کا مقام کتنا بلند وممتاز ہوتا ہے،جیسا کہ سورۂ جاثیہ میں قرآن مجید نے مجرمین ومنکرین کونہایت وضاحت سے تنبیہ فرمائی:

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت سوآء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون (سورۂ جاثیہ، پارہ ۲۵،رکوع ۱۸)

کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں
گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی زندگی وموت ان کے برابر ہو جائے
کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ محبوبانِ الٰہی جل شانہٗ کی زندگی بھی ممتاز ہے اور ممات بھی ممتاز ہے:

زندۂ جاوید ہیں سوز محبت کے قتیل
یہ شرر ٹھنڈے نہیں ہوتے ہیں بجھ جانے کے بعد

امتیازی شان ظاہر کرنے کے لیے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام نے مزارات مقدسہ پر عمارات تعمیر کرائیں، خیمے لگوائے جیسا کہ فتویٰ مذکور میں درج ہے اور مزید یہ کہ صحیح بخاری جلد اول ص ۲۸۶ باب قبر النبی ﷺ میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی گورنری کے وقت جو ولید بن عبدالملک کے زمانے میں تھی، حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مقدسہ کی دیواریں از سر نو تعمیر کرائیں جب کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعمیر کردہ دیواریں گر پڑیں جو کچی اینٹوں کی تھیں:

لما سقط عليهم الحائط فی زمن الوليد بن عبدالملك اخذوا فی بنائه۔ (الحدیث)

اس کے تحت امام محدث علامہ بدرالدین محمود عینی نے تحریر فرمایا:

اول من بنی جداراً عمر بن الخطاب

اور علامہ نورالدین علی سمہودی متوفی ۱۰۱۱ھ خلاصۃ الوفا مطبوعہ قاہرہ، ص ۱۹۶، فصل ''فيما يتعلق بالحجرة المنيفة'' میں تصریح فرماتے ہیں کہ:

لم يكن على عهد النبی ﷺ حائطا فكان اول من بنی عليه جداراً عمر بن الخطاب رضی الله عنه

یعنی روضۂ نبوی کی پہلی دیواریں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تعمیر کرائیں۔

مزارات پر تعمیر عمارات شان نبوت و رسالت سے مخصوص نہیں کیوں کہ حضرات شیخین کے مزارات بھی اسی روضۂ مقدسہ میں ہیں۔

روضۂ مقدسہ و کعبہ معظّمہ پر زائرین کا احترام کے ساتھ نظر جمائے رکھنا ایک بابرکت قربت ہے جیسا کہ خلاصۃ الوفا مطبوعہ قاہرہ ص۹۰ میں ہے:

ویدام النظر الی الحجرة الشریفة فانه عبادة قیاساً علی الکعبة فاذا کان خارج المسجد ادام النظر الی قبتها مع المهابة والحضور۔

یعنی ہر زائر کا خلوص قلب اور ادب سے حجرۂ شریفہ کی طرف ہمیشہ نظر کرنا ایک قربت ہے، اسے کعبے پر قیاس کیا گیا ہے۔ پھر اگر زائر مسجد نبوی سے باہر ہے تو گنبد خضرا کی طرف نظر رکھے۔

اور کیوں نہ ہو کہ جس مزار کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اقدس سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے، کعبہ معظّمہ اور عرش سے رتبے میں بڑھ کر ہے، جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار میں تصریح ہے:

ماضم اعضائه علیه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقاً حتی من الکعبة والعرش والکرسی (ج١/ص١٧٨، آخر کتاب الحج)

یعنی جو جگہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن مبارک سے ملی ہوئی ہے وہ بہرحال سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور وہ کعبہ معظّمہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

علامہ شامی تشریح فرماتے ہیں:

قال فی اللباب والخلاف فیما عدا موضع القبرالمقدس فما ضم اعضائه الشریفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع۔

یعنی مزار شریف کے علاوہ دوسرے مقامات کی افضلیت میں اختلاف ہے کیوں کہ جو مقام اعضائے شریفہ سے متصل ہے وہ تو اجماعاً ساری زمین سے افضل ہے ہی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین محمد و آله واصحابه واتباعه اجمعین

حررہ محمد صاحب دادخاں غفرلہ رب العباد (جامعہ راشدیہ، پیر گوٹھ)

[۲۳]الجواب صحیح:فقیر محمد صالح (خطیب جامع مسجد درگاہ شریف، پیر گوٹھ ضلع سکھر)

[۲۴]الجواب صحیح:الفقیر عبدالصمد غفرلہ الاوحد

[۲۵]الجواب صحیح:کریم بخش (مدرس جامعہ راشدیہ، پیر گوٹھ)

تصدیقات علمائے بلوچستان

[۲۶]مذکورہ بالا جوابات حضرت علامہ بدایونی مدظلہ العالی صحیح و درست ہیں، صحیح عقیدۂ قرآن وحدیث کی روشنی میں وہی ہے جو حضرت مجیب اول نے تحریر فرمایا۔ خداوند تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایمان کی حلاوت وروشنی عطا فرمائے آمین۔ سید عبدالرزاق بخاری (خطیب جامع مسجد پیر بخاری، کوئٹہ)

[۲۷]الجواب صحیح :سید اللہ رکھا (خطیب جامع مسجد میاں محمد اسماعیل اسلام آباد، کوئٹہ)

[۲۸]اطہر القادری عفی عنہ

[۲۹]میر افضل کوٹلوی

[۳۰]طاہر القادری

[۳۱]سید عبدالولی (خطیب مسجد حنفیہ)

[۳۲]محمد اسماعیل

تصدیقات حضرات علمائے کرام ریاست بہاول پور

[۳۳]الجواب صحیح :گل محمد قادری (خطیب جامع مسجد)

[۳۴]فقیر سید علی اکبر بخاری (خطیب جامع مسجد)

[۳۵]فقیر محمد نواز (مفتی وصدر المدرسین و مہتمم دارالعلوم جامعہ محمدیہ رضویہ، رحیم یار خاں)

[۳۶]علی بخش (مدرس مدرسہ جامعہ رضویہ)

[۳۷]غلام قادر (امام مسجد خواجگان)

[۳۸]محمد مہر اللہ افغانی

[۳۹]عبدالکریم (مدرس جامعہ رضویہ)

[۴۰]فقیر غلام قادر (امام مسجد مدنی)

[۴۱]فقیر محمد اللہ (امام عیدگاہ)

[۴۲]احمد حسن (خطیب عباسی مسجد)

[۴۳] قاری ابوحسن خطیب

تصدیقات علمائے ڈیرہ غازی خان

[۴۴]قد اصاب فیما اجاب:

فقیر غلام جہانیاں (مفتی وصدر المدرسین دار العلوم معینیہ، جامع مسجد ڈیرہ غازی خاں)

[۴۵]الجواب صحیح والمجیب نجیح:فقیر کلیم اللہ عفی عنہ (مدرس مدرسہ معینیہ)

[۴۶]احمد یار عفی عنہ (نائب مدرس مدرسہ معینیہ)

[۴۷]عبد النبی المختار (مدرس مدرسہ معینیہ)

[۴۸]فقیر حافظ اللہ یار فریدی (مدرس مدرسہ معینیہ)

[۴۹]الجواب صحیح:فقیر غلام حیدر عفی عنہ

[۵۰] حضرت علامہ مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی کا جواب بلا ریب حق وصواب ہے۔ بزرگان دین کے مزارات پُر انوار پر قبے تعمیر کرنا، غلاف چڑھانا بزرگان دین کی سنت ہے اور حضور سیدنا شافع یوم النشو ﷺ کے ارشاد گرامی:مارآہ المؤمنون حسناً فھو عنداللّٰہ حسن کے مطابق ہے۔زیارت بزرگان دین آنحضور ﷺ کی سنت قولی وفعلی ہے۔

انہ یأتی علی قبور الشھداء فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة ھکذا یفعلون۔

خلاصہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دینا سنت قولی وفعلی ہے اور روضہ جات وغیرہ بنانا مومنین و صالحین کا فعل ہے۔جس کی تائید میں آقائے دوعالم ﷺ کی حدیث وارد ہے۔

ھذا ما عندی والعلم عنداللّٰہ:احمد حسن قریشی (مفتی وخطیب مرکزی جامع مسجد ڈیرہ غازی خاں)

تصدیقات علمائے ملتان وسیال کوٹ وتونسہ شریف

[۵۱]ھذا ھو الحق والحق احق بالاتباع ان ھذا لھو الحق المبین:

سید مسعود علی قادری (مفتی مدرسہ انوار العلوم)

[۵۲] الفقیر السید احمد سعید کاظمی (مہتمم وشیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم)

[۵۳] الجواب صحیح: امیر علی خاں گیاوی (مدرس ومفتی مدرسہ انوار العلوم)

[۵۴] الجواب صحیح: عبدالکریم (مدرس انوار العلوم)

[۵۵] الجواب صحیح: فقیر غلام مصطفیٰ (مدرس مدرسہ انوار العلوم)

[۵۶] فقیر سید سعادت علی (مدرس مدرسہ انوار العلوم)

[۵۷] الجواب صحیح: محمد جان (مدرس انوار العلوم)

[۵۸] الجواب صحیح: فقیر محمود سدیدی (مدرس انوار العلوم)

[۵۹] محمد منظور احمد خاں (مدرس مدرسہ انوار العلوم)

[۶۰] حامد علی خاں نقشبندی مجددی

[۶۱] الجواب هو الصواب: سید حیدر حسین شاہ (علی پور سیدان، ضلع سیال کوٹ)

[۶۲] جزاه الله خیراً من کتب هذا الجواب بالصواب:

غلام نظام الدین محمود سلیمانی (سجادہ نشین، تونسہ شریف)

[۶۳] غلام فخر الدین نظامی

[۶۴] غلام محی الدین

تصدیقات علمائے لاہور و گجرات و سرگودھا

[۶۵] بلا شبہ مزارات مقدسہ کی تعظیم واحترام ہر مسلمان پر واجب اور تقوی القلوب کی علامت ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے: ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب۔

مخدوم فاضل حضرت علامہ اجل محقق مجیب مدقق لبیب کے جوابات حق وصواب ہیں۔

انی مصدق لذلك: محمد حسین نعیمی (مہتمم دار العلوم جامعہ نعیمیہ، لاہور)

[۶۶] الجواب صحیح: قاری غلام رسول (جامعہ نعیمیہ، لاہور)

[۶۷] المجیب مصیب: غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

[۶۸] محمد یوسف (خطیب مسجد شاہ غوث)

[۶۹] محمد اسماعیل

[۷۰] محمد فاروق سیالوی (خطیب جامع مسجد)

[۷۱] سید طالب حسین شاہ نقشبندی (خطیب جامع مسجد مغل پورہ، لاہور)

[۷۲] قاری عبد الحمید قادری

[۷۳] سید محمد اشرف کاظمی (خطیب جامع مسجد، مدرس انجمن نعمانیہ)

[۷۴] هذا هو الحق و الحق احق ان يتبع:

ارشد پناہوی القادری (خطیب جامع مسجد و ناظم اعلیٰ اسلامی اکاڈمی)

[۷۵] الحمد لله الولى الماجد و الصلوٰة و السلام على سيدنا محمد الحامد و على آله و صحبه و ابنه الغوث الاعظم شيخ الاماجد و بعد قد طالعت هذه العجالة النافعة التى الفها العلامة المجاهد الحاج الشاه محمد عبد الحامد القادرى البدايونى فوجدتها موافقة للحق و الصواب و الله على ما اقول شهيد:

محمد اعجاز رضوی (خادم العلم فى الجامعة النعيمية، لاہور)

[۷۶] من اجاب فقد اصاب: احمد حسن (خطیب عیدگاہ، گجرات)

[۷۷] الجواب صحيح و صواب و المجيب اللبيب مصيب و مثاب:

محمد سعید احمد خاں نقشبندی (مدرس نعمانیہ، لاہور)

[۷۸] فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ (ناظم و مفتی حزب الاحناف، لاہور)

[۷۹] الجواب صحيح: فقیر عزیز احمد القادری (مفتی و خطیب عیدگاہ، لاہور)

[۸۰] محمد مختار اشرفی (گجرات)

[۸۱] المجيب مصيب: سید محمود احمد رضوی

[۸۲] فقیر غلام قادر اشرفی (خطیب)

[۸۳] الجواب صحيح: سید احمد شاہ (مدرس خدام الصوفیا)

[۸۴] پیرزادہ سید حامد علی شاہ (خطیب سرگودھا)

[۸۵] حصول برکت و قبولیت دعا وغیرہ مصالح خیر کی نیت سے قبور صلحا پر حاضری نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ فعل حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر

شریفہ کے ساتھ صریحاً بیان کر دیا ہے۔ کما قال الشامی۔ اللّٰہ ورسولہ اعلم:
موسیٰ محمد قادری (خطیب جامع مسجد، حسن آباد)

[۸۶] فقیر محمد (خطیب جامع مسجد مسلم پارک، لاہور)

[۸۷] عبد الغفور خطیب

[۸۸] محمد اللہ دتا (خطیب جامع مسجد حنفیہ)

[۸۹] احمد علی قصوری (خطیب جامع مسجد قلعہ گوجر سنگھ)

[۹۰] نور محمد (خطیب جامع مسجد، گورنر ہاؤس)

[۹۱] صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری (سجادہ نشین، شرق پور شریف)

تصدیقات علمائے لائل پور

[۹۲] الجواب صحیح: فقیر محمد معین الدین شافعی غفرلہ (خادم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور)

[۹۳] ابو الحبیب محمد ابراہیم رضوی غفرلہ

[۹۴] لاریب فیہ من اجاب الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب و مثاب واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم: محمد قاسم قادری

[۹۵] فقیر ابو سعید محمد امین غفرلہ (خادم دار الافتا جامعہ رضویہ، لائل پور)

تصدیقات علمائے منٹگمری

[۹۶] الجواب صحیح: ابو الخیر محمد نور اللہ (دار العلوم حنفیہ)

[۹۷] المجیب مصیب: ابو الضیا محمد یار (صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ)

[۹۸] محمد صدیق (مہتمم دار العلوم حنفیہ)

[۹۹] صح الجواب: محمد رمضان نوری (مدرس دار العلوم حنفیہ)

[۱۰۰] ابو البقا محمد حبیب اللہ (مدرس دار العلوم حنفیہ)

[۱۰۲] محمد نصر اللہ (مدرس دار العلوم حنفیہ)

[۱۰۳] ہاشم علی نوری

[۱۰۴] عبدالرسول

[۱۰۵] سید محمد اشرف البخاری (دارالافتا دارالعلوم حنفیہ)

تصدیقات علمائے گوجرانوالا

[۱۰۶] حضرت علامہ بدایونی کا ترتیب دیا ہوا جواب حق وصواب ہے۔ہم لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔محمد شریف (خطیب جامع مسجد، کرشنا نگر)

[۱۰۷] محمد اسحٰق

[۱۰۸] محمد شریف (خطیب جامع مسجد نور)

تصدیقات علمائے کشمیر

[۱۰۹] محمد امین الدین قریشی

[۱۱۰] عبدالکریم عفی عنہ (ضلع میر پور، کشمیر)

[۱۱۱] ہم سب لوگ حضرت مولانا بدایونی صاحب مدظلہ کے فتوے کی تصدیقات کرتے ہیں۔

الحاج بلور جمیر (خطیب کشمیر)

تصدیقات علمائے راولپنڈی

[۱۱۲] محمد عارف اللہ قادری (مہتمم دارالعلوم احسن المدارس)

[۱۱۳] محمد اکرام

[۱۱۴] خادم العلما محمد اسرار الحق (مہتمم مدرسہ اسرار العلوم)

[۱۱۵] سید ابوتراب محمد قاسم شاہ (خطیب جامع مسجد)

[۱۱۶] حکیم ولی حسین (خطیب نورانی مسجد)

[۱۱۷] حافظ عبدالغفور غفرلہ

[۱۱۸] ابوالخیر حسین الدین

[۱۱۹] صوفی غلام محمد نقشبندی

[۱۲۰] حافظ تاج محمد قادری

[۱۲۱] محمد حاجی فضل الٰہی

[۱۲۲] محمد نعمان (مدرس احسن المدارس)

[۱۲۳] محمد روشن (جامع مسجد رحمانی)

تصدیقات علمائے پشاور

[۱۲۴] سید محمد امیر شاہ (سجادہ نشین درگاہ عالیہ)

[۱۲۵] گل محمد (خطیب جامع مسجد غوثیہ)

[۱۲۶] حافظ فضل محمود (خطیب جامع مسجد نمک منڈی)

[۱۲۷] سید مبارک شاہ گیلانی

[۱۲۸] گل فقیر احمد (خطیب جامع مسجد)

[۱۲۹] محمد فضل اللہ

[۱۳۰] محمد فضل الرحمٰن (خطیب مسجد قوت الاسلام)

تصدیقات علمائے مشرقی پاکستان [بنگلہ دیش]

ہم لوگ حضرت مولانا بدایونی کے مرتب کردہ فتوے کی تصدیق کرتے ہیں۔

تصدیقات علمائے کھلنا

[۱۳۱] محمد محی الدین (مدرسہ رضائے مصطفیٰ)

[۱۳۲] محمد عبد الاحد (پیش امام مسجد)

[۱۳۳] فضل کریم مصری

[۱۳۴] محمد عبد الوہاب

[۱۳۵] محمد علیم الدین مرشد آبادی

[۱۳۶] منیر احمد خطیب

[۱۳۷] محمد اسلام غفرلہ

[۱۳۸] احمد کبیر (مدرس سالم پور)

[۱۳۹] علاؤالدین (ضلع ٹیبارہ)

[۱۴۰] محمد مظفر احمد (مدرس مدرسہ خیریہ)

[۱۴۱] محمد خورشید عالم (مدرس مدرسہ خیریہ)

تصدیقات علمائے چاٹگام

[۱۴۲] محمد فرقان (محدث مدرسہ عالیہ، چاٹگام)

[۱۴۳] محمد نذیر احمد (مدرس مدرسہ سبحانیہ)

[۱۴۴] جمال الدین احمد

[۱۴۵] محمد شمس الدین (مدرس مدرسہ سبحانیہ)

[۱۴۶] محمد مقبول احمد فاروقی (مدرس مدرسہ سبحانیہ)

[۱۴۷] علی اکبر (مدرس مدرسہ سبحانیہ)

[۱۴۸] محمد یونس (مدرس مدرسہ سبحانیہ)

[۱۴۹] محمد عبدالمعبود (مہتمم مدرسہ)

[۱۵۰] سید محمد شمس الاسلام کاظمی

[۱۵۱] محمد صابر احمد (مدرس)

[۱۵۲] محمد ابوبکر صدیق (مدرس مدرسہ عالیہ)

[۱۵۳] سید محمد عزیز الحق القادری شیر بنگال

[۱۵۴] محمد صدیق احمد

[۱۵۵] سید شمس الہدیٰ

[۱۵۶] محمد الطاف الرحمٰن

[۱۵۷] محمد مصطفیٰ غفرلہ

[۱۵۸] محمد ادریس (مہتمم مدرسہ)

[۱۵۹] محمد فیض احمد (خطیب چوک مسجد)

[۱۶۰] محمد وقار الدین (پرنسپل جامعہ احمدیہ سنیہ)

[۱۶۱] محمد شہاب الدین (خطیب)

[۱۶۲] جعفر احمد

[۱۶۳] صدیق القادری (مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم)

[۱۶۴] محمد عبد المنعم (مدرسہ عالیہ)

[۱۶۵] محمد فیض الرحمٰن

تصدیقات علمائے ڈھاکہ

[۱۶۶] محمد شفیع حجۃ اللہ انصاری فرنگی محلی

[۱۶۷] محمد عنایت اللہ (خطیب وکٹوریہ پارک)

[۱۶۸] محمد وحید اللہ عفی عنہ

[۱۶۹] محمد یحییٰ علمی (خطیب ڈھاکہ)

تصدیقات حضرات علمائے اعلام ہندوستان

حضرات علمائے بدایوں

[۱۷۰] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد: حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری مدظلہ العالی کا جواب صواب ہے اور دلائل سے مزین ہے۔ بلا شبہ اولیائے کرام شعائر اللہ ہیں، ان حضرات کی عظمت وتوقیر قلوب کا تقویٰ ہے من یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب (القرآن)
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 'الطاف القدس' میں تحریر فرمایا کہ

شعائر اللہ عبارت از قرآن وکعبہ وقبور اولیا ہست وہر چہ منسوب بخدا۔

علامہ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی 'جواہر العقد' میں ہے "علما شعائر اللہ ہیں"۔ لہٰذا ان شعائر دین مبین کی قبروں پر غلاف ڈالنا، قبب بنانا، زائرین کی نماز باجماعت کے لیے مسجدیں تعمیر کرنا، حاضرین اور تلاوت کلام پاک کے لیے روشنی کرنا سب مستحسن اور موجب اجر ہیں۔ اس لیے ان امور کے کرنے کا مقصد نہ فخر ومباہات ہے، نہ نام ونمود بلکہ آیت اللہ کی عظمت اور زائرین کی

راحت رسانی ہے، یہ اغراض صحیح ہیں،غرض صحیح کے لیے قبر کو بلند کرنے کا جواز علامہ ابن حجر محدث کی فتح الباری کی اس عبارت سے ظاہر ہے:

اذا اعلی القبر لغرض صحیح لا بقصد المباهاة جاز

علامہ ملا علی قاری محدث نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۲۷۰/اور علامہ طاہر محدث نے مجمع البحار جلد دوم صفحہ ۱۷۶ ارقبوں کی غرض صحیح لکھ کر اباحت کا فتویٰ دیا ہے اور اسے اسلاف کبار نے نقل فرمایا ہے:

ابـاح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس و یستریحوا الجلوس فیه (مرقاۃ)

مجمع بحار الانوار دوم میں ہے:

قـد ابـاح السـلف ان یبـنـی عـلی قبور المشائخ والعلماء المسلمین لیزورهم الناس ویستریحون بالجلوس فیه

اسی طرح چراغاں کرنے سے زائرین کی راحت، تلاوت قرآن کریم، فاتحہ خوانی کی سہولت اور غلاف و ضریحات چڑھانے سے اظہار شرف صاحب قبر کا ہے، جو شعائر اسلامی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب:

محمد ابراہیم سمستی پوری فریدی (خادم الحدیث وصدر المدرسین مدرسہ شمس العلوم بدایوں)

[۱۷۱] الجواب صحیح: فقیر خواجہ نظام الدین قادری کان اللہ لہ

(خادم الخدام آستانہ قادریہ بدایوں شریف)

[۱۷۲] فقیر محمد عبدالحمید سالم قادری (مدرسہ قادریہ، بدایوں شریف)

[۱۷۳] المجیب مصیب: محمد طاہر القادری عفا اللہ عنہ (امام جامع مسجد شمسی، بدایوں شریف)

[۱۷۴] حاجی عبدالرحیم قادری بدایونی

[۱۷۵] الجواب حسن صحیح: محبوب حسن (مدرس مدرسہ شمس العلوم)

[۱۷۶] الجواب صحیح: محمد عبدالغنی لطیفی (صدر المدرسین داتا گنج، ضلع بدایوں)

[۱۷۷] الجواب حق و صواب: سید آصف علی بدایونی

[۱۷۸] عبدالرشید غفرلہ

تصدیقات حضرات علمائے بریلی

[۱۷۹]الاحکام الاحکام والعلم عند ربنا العلام و صلی اللّٰہ علی سیدنا محمد و آله وصحبه الکرام:**الفقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ**

[۱۸۰]**محترم مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کا جواب حق ہے۔سوالات مذکورہ کے لیے جواب کافی ہے، جسے زیادہ منظور ہو وہ رسالہ اعلیٰ حضرت مجدد ملت 'حیات الموات فی سماع الاموات' ملاحظہ کرے۔ثناء اللہ اعظمی (صدرالمدرسین مدرسہ مظہرالاسلام مسجد بی بی جی بریلی)**

[۱۸۱]الجواب صحیح:**تحسین رضا (مدرس مدرسہ مظہرالاسلام بریلی)**

[۱۸۲]المجیب مصیب:**محمد اعظم غفرلہ (مدرسہ مظہرالاسلام بریلی)**

[۱۸۳]الجواب حق و صواب والله تعالیٰ اعلم بالصواب:**معین الدین امروہوی عفی عنہ**

[۱۸۴]الجواب صواب:**خواجہ مظفر حسین مظہری**

[۱۸۵]**محب الرضا (مدرس مدرسہ مظہرالاسلام)**

[۱۸۶]المجیب مصیب:**مظفر حسین رضوی غفرلہ**

[۱۸۷]الجواب صحیح:**محمد شریف الحق امجدی (رضوی دارالافتا بریلی شریف)**

تصدیقات علمائے مرادآباد

[۱۸۸]الجواب حق و صواب:**محمد یونس نعیمی (مہتمم جامعہ نعیمیہ، مرادآباد)**

[۱۸۹]المجیب مصیب:**محمد اجمل قادری (مفتی بلدہ سنبھل)**

[۱۹۰]ذلك كذلك:**محمد حسن (مدرس مدرسہ عربیہ)**

تصدیقات حضرات علمائے دہلی

[۱۹۱]**حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری دام مجدہم کا جواب صحیح و مدلل بدلائل واضح ہے۔ بفحوائے حدیث پاک** انما الاعمال بالنیات **عمل کی صحت کا مدار نیات پر ہوتا ہے، پس اس نیت سے اہل اللہ کی قبور پختہ بنانا اور ان پر چادریں ڈالنا کہ نگاہِ عوام میں ان کا اعزاز و اکرام باقی رہے اور لوگ ان سے فیوض حاصل کریں بلاشبہ جائز ہے اور محض تزئین کی نیت سے ناجائز۔ نیز اسی**

نیت سے اور زائرین کی آسائش اور دیگر نیات مباحہ متعینہ کے ساتھ ان پر قبے بنانا بھی جائز ہے۔ جو لوگ اس مسئلے میں بعض احادیث اور بعض عبارات فقہیہ سے شبہ پیش کرتے ہیں ان کا میں اپنے رسالے میں جواب دے چکا ہوں، اسے ملاحظہ فرمالیں۔

رہا زیارت مقابر اولیاء اللہ پر جانا اس کے استحسان پر جملہ اہل سنت کا اتفاق ہے، اس میں کسی کو کیا کلام ہوسکتا ہے اور قبر پر روشنی سے اس کے اردگرد کی روشنی ہے زائرین کے لیے اور یہ بھی جائز ہے۔ حضرت مولانا بدایونی کے فتوے کا یہی خلاصہ ہے جس میں اہل سنت کے لیے شبہ کی گنجائش نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم: (امام اہل سنت) مفتی محمد مظہر اللہ عفا اللہ

[۱۹۲] ابوالحسن زید فاروقی (سجادہ نشین شاہ ابوالخیر صاحب، جامع مسجد فتح پوری، دہلی)

[۱۹۳] مشرف احمد غفرلہ (مفتی فتح پوری، دہلی)

[۱۹۴] محمد عبدالرب (صدر المدرسین نعمانیہ مدرسہ)

تصدیقات علمائے راجپوتانہ مالوہ

[۱۹۵] الجواب حق و صواب: محمد رضوان الرحمٰن غفرلہ (مفتی مالوہ)

[۱۹۶] المجیب مصیب: سید عبدالحق قادری (دھوراجی، کاٹھیاواڑ)

[۱۹۷] الجواب صحیح: فقیر محمد حنیف الرحمٰن قادری (خطیب جامع مسجد شاہ پورہ، جے پور)

[۱۹۸] ذلك كذلك: فقیر مختار حسین القادری وچشتی

[۱۹۹] محمد ضیاء الحق فریدی نظامی (سیکھر جے پور ریاست)

تصدیقات علمائے فرنگی محل، لکھنؤ

[۲۰۰] من اجاب فقد اصاب: محمد شفیع الانصاری (فرنگی محل)

[۲۰۱] محمد ہاشم انصاری (فرنگی محل)

[۲۰۲] المجیب مصیب: فقیر محمد صبغۃ اللہ شہید انصاری

[۲۰۳] محمد رضا انصاری (فرنگی محل)

تصدیقات علمائے گونڈہ

[۲۰۴] مجھے حضرت مجیب اول کے جواب سے حرف بحرف اتفاق ہے۔
محمد دانش علی فریدی لکھیم پوری (صدرالمدرسین مدرسہ عربیہ، تلسی پور ضلع گونڈہ)

[۲۰۵]صح الجواب:عبدالنبی الہاشمی گورکھپوری

[۲۰۶]المجیب مصیب:محمد احمد حسین گونڈوی (مدرسہ عربیہ)

[۲۰۷]الجواب حق و صواب:ابوتراب حسین قادری (مفتی ومدرس مدرسہ عربیہ)

تصدیقات علمائے بنارس والٰہ آباد

[۲۰۸]المجیب مصیب:محمد شمیم اشرف خان قادری (شیخ الادب جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد)

[۲۰۹]الجواب صحیح:محمد سلیمان غفرلہ (مدرس جامعہ رضویہ، مدنپورہ، بنارس)

[۲۱۰]الجواب صحیح:محمد نعیم اللہ خاں (مدرس عربیہ، دریا آباد، ضلع الٰہ آباد)

[۲۱۱]قد صح الجواب واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم:
فقیر ابوالمعالی شمس الدین احمد رضوی جونپوری (خادم مدرسہ حمیدیہ، بنارس)

[۲۱۲] (صوفی) محمد سلیم اللہ قادری (امام شاہی مسجد، بنارس)

[۲۱۳]الجواب حق:محمد باقر علی خاں اشرفی (صدرالمدرسین جامعہ فاروقیہ، بنارس)

[۲۱۴]ذلك كذلك:محمد نعمت اللہ قادری

[۲۱۵]قد اصاب من اجاب:محمد عبدالعزیز خاں (صدر مدرس جامعہ حبیبیہ، الٰہ آباد)

[۲۱۶]الجواب صحیح والمجیب نجیح: محمد یونس نظامی قادری

[۲۱۷]الجواب صحیح:سید شاہ عزیز احمد (خانقاہ حلیمیہ الٰہ آباد)

[۲۱۸] مشتاق احمد نظامی (پاسبان الٰہ آباد)

تصدیقات علمائے کان پور

[۲۱۹]نعم ما قال المجیب:فقیر محمد حسن عثمانی اشرفی الحنفی (خطیب جامع مسجد، کان پور)

[۲۲۰]الجواب صحیح:شاہ سید علی احمد قادری نقشبندی

[۲۲۱]الجواب صحیح:فقیر محمد محبوب اشرفی غفرلہ

[۲۲۲]قد اصاب من اجاب:فقیر غلام مصطفیٰ وارثی

[۲۲۳]المجیب مصیب:فقیر عبدالسمیع غفرلہ (صدرالمدرسین مدرسہ حنفیہ قلی بازار، کان پور)

تصدیقات علمائے کچھوچھہ فیض آباد

[۲۲۴]المجیب مصیب: (محدث اعظم ہند) ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی

[۲۲۵]الجواب صحیح:سید مظفر حسین کچھوچھوی

[۲۲۶]قد صح الجواب: سید محبوب اشرف کچھوچھوی

[۲۲۷]ذلك كذلك:محمد حسین رضوی اعظمی

تصدیقات علمائے مبارک پور

[۲۲۸]الجواب ھو الصواب والمجیب مصیب و مثاب:

عبدالعزیز عفی عنہ (صدرالمدرسین دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور)

[۲۲۹]الجواب صحیح:عبدالمنان اعظمی (دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور)

[۲۳۰]المجیب مصیب:عبدالرؤف غفرلہ (مدرس دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور)

تصدیقات علمائے بندیل کھنڈ

[۲۳۱]المجیب مصیب: وجود القادری

[۲۳۲]صح الجواب: خادم العلما سید محمد احسن ربانی

[۲۳۳]من اجاب فقد اصاب: پیرزادہ سید مظہر ربانی غفرلہ

[۲۳۴]الجواب صحیح: حافظ سعید الدین (سجادہ نشین)

[۲۳۵]ذلك كذلك: پیرزادہ سید غازی ربانی غفرلہ

[۲۳۶]فقیر شمس الحق قادری

[۲۳۷]الجواب صحیح:عبدالتواب صدیقی (صدر مدرس جامعہ قادریہ)

تصدیقات علمائے سی پی

[۲۳۸] اولیائے کرام کے مزارات پر غلاف و چادریں ڈالنا، قبے بنانا، ان کی زیارت کے لیے جانا جائز و مستحسن ہے۔ محمد عبدالرشید غفرلہ (مفتی جامعہ عربیہ اسلامیہ، ناگپور)

[۲۳۹] المجیب مصیب: (مفتی اعظم) محمد برہان الحق قادری (جبل پور)

[۲۴۰] من اجاب فقد اصاب: محمد عبدالجلیل نعیمی (صدر مدرس جامعہ عربیہ، ناگپور)

[۲۴۱] الجواب صحیح: غلام محمد خاں غفرلہ (دارالافتا جامعہ عربیہ، ناگپور)

[۲۴۲] صح الجواب: سید محمد اشرف (مدرس جامعہ عربیہ، ناگپور)

تصدیقات علمائے مغربی بنگال

[۲۴۳] المجیب مصیب: خادم العلما غلام رسول القادری (صدر مدرس فیض العلوم جمشید پور)

[۲۴۴] الجواب حق و صواب: محمد حسین (خطیب ٹاٹا نگر)

[۲۴۵] فقیر شمس الہدیٰ قادری

تصدیقات علمائے کلکتہ

[۲۴۶] الجواب صحیح: محمد مظفرالدین غفرلہ (کولوٹولہ اسٹریٹ)

[۲۴۷] ذلك كذلك: محمد انصار حسین (خطیب)

[۲۴۸] الجواب صواب: محمد عبدالرحیم

[۲۴۹] الجواب صحیح: محمد رمضان حسین قادری

تصدیقات علمائے بمبئی

[۲۵۰] اللہ تعالیٰ مجیب محترم کو اجر دے، مسائل کو واضح سے واضح الفاظ میں پیش فرمایا۔
فقیر محمد عاصم اشرفی (ناظم تبلیغ سیرت، مدن پورہ)

[۲۵۱] المجیب مصیب: حکیم شمس الاسلام

[۲۵۲] فقیر بدرالدجی القاری (خطیب مسجد)

[۲۵۳] صح الجواب: ابوالضیا قادری (خطیب)

تصدیقات علمائے مدراس وحیدرآباد دکن

[۲۵۴] حضرت علامہ بدایونی کا جواب حق وصواب ہے۔ فقیر محمد خلیل الرحمٰن غفرلہ المنان

[۲۵۵] حضرت مولانا بدایونی کا مرتب کردہ فتویٰ صحیح ہے، جس پر علما و مشائخ اہل سنت کا دیرینہ عمل ہے۔ بلاشبہ حضرات صحابہ واہل بیت وعلما و مشائخ کی قبور شریفہ کو پختہ کرنا چاہیے۔ ان کے قبب وقبور کو نمایاں کیا جائے۔ جس قدر مسائل کو مولانا بدایونی نے پیش فرمایا وہ حق ہیں: بادشاہ حسینی

[۲۵۶] المجیب مصیب: محمد حسین جیلانی (گلبرگہ شریف)

تصدیقات علمائے مدراس

[۲۵۷] المجیب مصیب: فقیر محمد خلیل الرحمٰن

[۲۵۸] الجواب صحیح: عبدالرحیم القادری

[۲۵۹] صح الجواب: عبدالمتین قادری

تصدیقات علمائے کرام دمشق (شام)

[۲۶۰] الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و بعد: مَیں اس مبارک رسالے پر مطلع ہوا اور اس کے مشمولات سے خوشی ومسرت حاصل ہوئی اور مَیں اس میں درج امور کی مکمل تائید وتوثیق کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو تمام مسلمانوں کی جانب سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ محمد حمدی الجوھجاتی (دمشق)

[۲۶۱] اس فتوے پر مَیں مطلع ہوا اور اس کی تائید وتصدیق کرتا ہوں۔

احمد عبدالدائم (مشیر محکمہ شرعیہ، دمشق) ۱۷رمحرم الحرام ۱۳۸۱ھ

[۲۶۲] مجھے اس رسالے کے مندرجات پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، اس میں ایصال ثواب، قبر پر چادر وغیرہ ڈالنے کے جواز پر واضح ثبوت موجود ہے، نیز صاحب قبر کا زائرین کو پہچاننے پر بھی بین ثبوت ہے، ہم نے اس فتوے کو اہل سنت وجماعت کی کتابوں کے مطابق پایا:

محمد سعید البرھانی (دمشق)

[۲۶۳] محمد صبحی الجزرانی (سابق قاضی قدس شریف)

[۲۶۴]مَیں اس فتوے پرآ گاہ ہوااوراس کی مکمل تصدیق وتائید کرتا ہوں:

عبدالهادی الصباغ(المدرس الدینی فی دائرة الفتویٰ العامة،دمشق)

[۲۶۵]مَیں نے اس فتوے کا مطالعہ کیااورمَیں اس کی تائید کرتا ہوں:

الحاج یعقوب بن الیاس (امام جامع الشمسی مہاجرین،دمشق)۱۷رمحرم الحرام۱۳۸۱ھ

[۲۶۶]بعدحمدہٖ تعالیٰ مَیں نے اس محکم ومناسب فتوے کوشریعت اسلامی کی روح پر پایااس میں انبیائے کرام وسلف صالحین کی تکریم وتعظیم پرمبنی امور ہیں، ہم اللہ رب العزت سے قوی امید کرتے ہیں کہ وہ ان انبیاواولیا کے وسیلے سے ہمیں دنیا وعقبیٰ میں نفع عطا فرمائے گا مَیں تمام جوابات کے درست ہونے کی پوری تائیدوتصدیق کرتا ہوں:

عبدالله ابراهیم الغلائینی (مفتی منطقہ قطنا،شام)۱۸رمحرم الحرام۱۳۸۱ھ

[۲۶۷]مَیں نے اس رسالے کے مشمولات کودیکھااورمَیں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں، کیوں کہ یہ سنت مطہرہ کے موافق ہےاور یہ توفیق اللہ ہی کی جانب سے ہے:عبدالوهاب الصلاحی

(صدرجمعیۃ مدارس التربیۃ الاسلامیۃ،خطیب جامع الحلبونی،دمشق)

[۲۶۸]محمد انیس الصلاحی (امام وخطیب جامع الثقفی،دمشق)

[۲۶۹]مَیں اس فتوے پرمطلع ہوااوراس کی تصدیق وتائید کرتا ہوں۔

العبد الفقیر خالد سویملی (امام جامع الارناؤط،دمشق)

☆☆☆

آخری گذارش

فتوے کے بہت سے دستخط اُس وقت ہندوستان سے آئے جب کہ فتویٰ پریس میں طبع ہو چکا تھا، اس لیے ہم معافی خواہ ہیں کہ وہ دستخط شامل فتوی نہ ہو سکے۔

پاک و ہند، قدس، دمشق، شام، مصر، عراق و ایران کے ہزارہا علما و مشائخ نے ان فتاویٰ کی تصدیقات فرمائی ہیں۔ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ جلالۃ الملک المعظم السعود حضرات صحابہ کرام، حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرات صلحا و اتقیا کے ان مزارات کو جو جنت المعلیٰ، جنت البقیع اور احد شریف میں منہدم کیے گئے براہِ کرم دوبارہ بنوائیں۔ ہر مزار پر ایک کتبہ لگایا جائے تا کہ ہر زائر اسے پڑھ کر اطمینان وسکون سے ایصال ثواب کر سکے۔ مزارات شریفہ پر پولیس کا پہرا ختم کیا جائے تا کہ اپنے اپنے مذہبی معتقدات کے مطابق لوگ ایصال ثواب کر سکیں۔ اگر شہنشاہ سعود اپنے صرفے سے یہ قبور شریفہ تیار نہیں کرا سکتے تو پاک و ہند اور عالم اسلام کو اجازت دیں کہ وہ تیار کرائیں، مسلمانوں کے معتقدات ومسائل میں دخل دینے کا حق کسی سلطنت کو نہیں ہے۔ حرمین شریفین کی حاضری میں ہر طبقہ اپنے معتقدات کے مطابق معمولات ادا کرنے کا مجاز ہے۔

اسی طرح عالم اسلامی کے مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ گنبد خضریٰ کے وہ بوسیدہ پردے جو سالہا سال سے لٹک کر پارہ پارہ ہو چکے ہیں انہیں اتار کر مصر سے آئے ہوئے نئے پردے لگائے جائیں۔

حرمین شریفین میں جو تقاریر طبقۂ اہل سنت کے خلاف کی جاتی ہیں انہیں روکا جائے، ہر طبقہ خیال کو اس کا حق دیا جائے کہ وہ حاضری حرمین شریفین کے مواقع پر حسن اخلاق کے ساتھ مواعظ شریفہ جاری رکھے اور مسائل دینی کی تبلیغ کر سکے۔ حج کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ ایسی تقاریر کا ہونا جن سے جذبات میں اشتعال پیدا ہو فوراً بند ہونا چاہیے۔ اگر جلالۃ الملک السعود المحترم اس واضح مسئلے کا بغور مطالعہ فرمائیں تو ہمیں امید ہے کہ ان کی سالم طبیعت و مزاج ہمارے مخلصانہ مشوروں کو قبول فرما کر قبروں اور قبوں کی تعمیر کا حکم صادر فرمائیں گے تا کہ پاک و ہند اور عالم

اسلام کے جذبات وخیالات میں سکون پیدا ہوا اور تمام مسلمان دعائیں کریں۔

جس طرح جلالۃ الملک المعظم نے اب سے ۶ر سال قبل تعمیر مسجد نبوی کے سلسلے میں مرکزی جمعیت علمائے پاکستان کے وفد کی ملاقات میں پاک و ہند کے جذبات سماعت فرما کر احکام دے دیے تھے کہ نہ تو گنبد خضرائے مقدسہ حکومت سعودیہ منہدم کرانا چاہتی ہے اور نہ تبرکات شریفہ میں کوئی تغیر وتبدل کیا جاسکتا ہے۔ شہنشاہ معظم کے اس حکم عالی کے بعد پاک و ہند اور عالم اسلام کے مسلمانوں کے جذبات میں سکون پیدا ہو گیا اور آج تک دنیائے اسلامی جلالۃ الملک المعظم کو دعائیں دیتی ہے، انہیں یہ بھی علم ہے کہ جلالۃ الملک المعظم عالم اسلامی کے جذبات وعقائد کی قدر وعزت فرماتے ہوئے ایسا کوئی اقدام نہیں فرمانا چاہتے جس سے وہ رنجیدہ ہوں۔

بس ان حالات کا اقتضا ہے اگر جلالۃ الملک المعظم حضرات صحابہ کرام وحضرات اہل بیت اطہار کے قبور کو از سر نو تعمیر کرا دیں اور طبقہ اہل سنت کو جو دنیائے اسلام میں بھاری اکثریت رکھتا ہے اس کے دل کی گہرائیوں میں تعمیر قبب وقبور اور اہل سنت کے معمولات کی ادائیگی میں رخصت وآزادی کا دیا جانا یہ ایک ایسا مبارک اقدام ہوگا جسے دنیائے اسلام کسی وقت بھی فراموش نہ کر سکے گی۔ پھر یہ بات قابل غور ہے کہ ہر متمدن ملک اپنے تاریخی آثار اور یادگاروں کی حفاظت کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتا ہے اس کے لیے آثار محکمۂ قدیمہ کے مستقل شعبے حکومتوں میں قائم ہیں اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والے آثار بطور تاریخ محفوظ رکھے جا سکتے ہیں تو تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام وحضرات اہل بیت اطہار کے قبب وقبور عالم اسلام میں محفوظ رکھے گئے ہیں تا کہ اس طرح ہمارے مشاہیر کی یاد اور عظمت باقی رہے اور ان کی قبور سے لوگ استفادۂ روحانی کرتے رہیں۔ اگر قبب بنے ہوں گے تو وہاں زائرین سکون و طمانیت کے ساتھ بیٹھ کر تلاوت کلام پاک کریں گے اس طرح اہل قبور کی ارواح شریفہ کو ایصال ثواب ہوتا رہے گا۔

تعمیر قبب وقبور میں بہت سی مصالح شرعیہ پوشیدہ ہیں جن پر شرک کے نظریہ سے ہٹ کر ٹھنڈے دل سے غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ جلالۃ الملک المعظم جو اپنی فراست، تدبر وفہم، اخلاق اور عالم گیر اتحاد کے قائل و عامل ہیں، فتوے کے مسائل اور ہمارے

معروضات پر توجہات خصوصی مبذول فرمائیں گے۔ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جلالۃ الملک المعظم بااختیار حیثیت رکھتے ہیں اگر وہ کسی چیز کو کرانا چاہیں تو علما اور غیر علما کی مجال نہیں کہ وہ کوئی غلط اقدام فرامین شاہی کے بعد کرسکیں۔اس بارے میں اگر جلالۃ الملک المعظم نے صحیح اقدام فرمالیا تو عرصہ دراز کی کشمکش دور ہو جائے گی اور اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ہم نے یہ معروضات بر بنائے اخلاص پیش کیے ہیں۔ امید و یقین ہے کہ ان پر جلد غور فرما کر اقدامات فرمائے جائیں گے۔

آزاد بن حیدر ایم۔اے
ناظم نشر و اشاعت مرکزی انجمن تبلیغ الاسلام
نمبر۲۱۴، پیر کالونی، کراچی